# قرطاسِ محبت

راجا رشید محمود

۳۳۲۱۵

۹۲ کا تحفہ

کتاب: قرطاسِ محبّت
مصنّف: راجا رشید محمود۔ ایم اے، فاضل درسِ نظامی
ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور

مصححات:
شہناز کوثر۔ شمیم اختر۔ کوثر پروین

خوشنویس: منظر رستم، خلیل احمد نوری

اشاعتِ اوّل: ۱۹۹۲

مطبع: بوٹس پرنٹرز۔ لاہور

قیمت: ۵۰ روپے

مکتبۂ ایوانِ نعت (رجسٹرڈ)
اظہر منزل۔ نیو شالامار کالونی
ملتان روڈ۔ لاہور۔ کوڈ ۵۴۵۰۰

فون: ۷۶۳۶۸۴

Marfat.com

(محبتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے مربوط مظاہرے)

درودِ پاک

کے دوسرے بڑے مبلّغ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

کے نام

Marfat.com

کیا کیا نہیں ملی ہیں مجھے سرفرازیاں
خود اپنا میں نے عرش پہ پایا سرِ نیاز
مجھ کو مرے خدا نے نہ جھکنے دیا کہیں
آگے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جب سے جھکایا سرِ نیاز

صبح ۱۴

Marfat.com

# فہرست


| | |
|---|---|
| حمد اور نعت کا تعلّق | ۷ |
| محبّت کے تقاضے اور حضورؐ کی محبت | ۲۵ |
| درُود و سلام۔ وظیفۂ خدا و ملائکہ | ۳۷ |
| درود و سلام۔ وجُوب اور استحباب | ۵۳ |
| حاضری کی کیفیت میں درُود و سلام | ۶۷ |
| علاّمہ اقبالؒ حکیم الامّت کیسے بنے؟ | ۸۷ |
| درود شریف کتنا پڑھنا چاہیے؟ | ۹۵ |
| محافلِ میلاد | ۱۰۱ |
| متوقع مقتول، سلمان رُشدی | ۱۲۷ |


Marfat.com

خیال پہنچا ریاضِ رسولِ اکرم ﷺ تک
تو لایا پھول تلطف کے واں سے چن چن کے
جو بامِ عرش پہ ڈالی کمند پھر اس نے
تو ہاتھ آئے مقدس نقوشِ پا اُن کے

Marfat.com

# حمد اور نعت کا تعلق

حمد اور نعت میں بڑا گہرا لیکن بہت نازک تعلق ہے۔ حمد خداوندِ قدوس و کریم جل و علا کی تعریف و ثنا ہے اور نعت اس کے بندے اور محبوب حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کی مدحت و توصیف ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق و مالکِ کائنات ہے اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اس کے بندے ہیں، اُس کی مخلوق ہیں — وہاں اس کے محبوب بھی ہیں۔

حمد اور نعت میں تعلق بھی یہی ہے اور فرق بھی یہی کہ ایک میں خالق کی حمد ہے اور سب تعریفیں اُسی کے لیے ہیں، الحمد للہ رب العالمین، دوسری میں اُس کی تعریف ہے جسکی تعریف سب تعریفوں کا واحد حقدار کرتا ہے۔ سب تعریفوں کا سزاوار اللہ جل شانہٗ ہے اور سرکارؐ وہ ہیں جن سے زیادہ کسی کی تعریف نہ کی گئی، نہ ہو سکتی ہے —— کہ اسمِ گرامی سرکار کا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

حمد سُنتِ محمدیؐ ہے اور نعت سُنتِ خداوندی۔ حمد مخلوقِ خدا کا فعل ہے اور نعت مخلوق کے ساتھ ساتھ خالقِ حقیقی بھی کہتا ہے۔ اسی لیے حضورؐ "محمدؐ" ہیں کہ اُن سے زیادہ کسی کی تعریف نہیں کی گئی۔ حمد، احمد، محمود اور محمدؐ کا مادہ "ح م د" ہے۔ حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

شَقَّ لَہٗ مِن اسمہٖ کَی یُجِلّہٗ فذو العرش محمودٌ وھذا مُحَمَّدٗ[1]

اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی تعظیم کے لیے اپنے ہی نام سے اشتقاق کیا ہوا نام رکھا چنانچہ عرش والے کا نام محمود ہے اور ان کا نام محمدؐ ہے کنور محمد اعظم خاں خسروی کا ایک شعر دیکھئے۔

محمدؐ، احمدؐ و محمود و حامد مشتقاتِ حمد جس کے نام
کرے تعریف کیسے، کس نعت میں، کون پھر ایسے مسمیٰ کی[2]

خدا اُنکی تعریف فرماتا ہے اور جب کچھ نہ تھا، وہ تھا، جب کچھ نہ ہوگا، وہ ہوگا۔ جب کچھ نہ تھا اور جب کچھ نہ ہوگا ایسے میں

خدا کی تعریف نہیں ہوگی، مگر حضور محبوبِ خالق و مخلوق صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہو رہی تھی، اور ہو رہی ہوگی۔

مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف وثنا کے لیے رہنمائی حضورؐ کے مداحِ حقیقی اللہ کریم جل شانہٗ سے لینی چاہیے۔ نعت کا جو انداز اور جو اسلوب قرآنِ مجید میں اختیار کیا گیا، اسی کی تقلید کی کوشش کرنا ہمارا فرض ہے۔

قرآنِ کریم کی رُو سے عالمین کی ہر مخلوق کا پروردگار اللہ کریم ہے، وہ رب العالمین ہے۔ اور اللہ کی پیدا کردہ تمام دنیاؤں کو اور ان میں بسنے والوں کو رحمت درکار ہو تو وہ حضور محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کی جانب نگراں ہوں گے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ[۳] انسانوں کے لیے ہر معلوم اور نامعلوم دنیا کے تمام باسی "ربوبیت" کے خواہشمند ہوتے ہیں تو حمد میں مصروف ہوتے ہیں اور جب رحمت چاہتے ہیں یا رحمت کے زیرِ سایہ ایک مربوط اور منظم زندگی گزارتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کہہ رہے ہوتے ہیں۔

اہلِ ایمان جب رافت اور رحم کی خواہش رکھتے ہیں یا اس کی استدعا کرتے ہیں تو آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہی کہہ رہے ہوتے ہیں، اور اس نعت کے بین السطور حمد بھی بیان ہو رہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہی نے ہمیں یہ خوشخبری سنائی۔ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ[۴] بڑائی اللہ کی کہ اس نے سرکارؐ کو ہمارے لیے رؤف اور رحیم بنایا۔ اور رحمت اور رافت سرکارؐ کی کہ اس نے ہمیں گھیرے میں لے لیا۔

جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی تعریف کر رہے ہوں گے، ان ہاتھوں سے بٹنے والے کرم کا ذکر کر رہے ہوں تو ہم دراصل خدا کی عطا کا تذکرہ کر رہے ہوتے ہیں، اس نعت میں بھی حمد شامل ہے۔

جب گفتارِ سرکارؐ کا ذکر ہو، حضور رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی بات ہو، حضورؐ کی احادیث پڑھی جا رہی ہوں تو وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْہَوٰی۔ اِنْ ہُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی[۶] کی رُو سے یہ اللہ کی وحی کی تعریف ہوتی ہے، خدا کے احکام کی بات ہوتی ہے۔ یہ نعت بھی ہے مگر یہ حمد بھی ہے۔

Marfat.com

جب ہم بعثتِ محمدیؐ کے ذکر میں رطب اللسان ہوتے ہیں تو ہم دراصل خدا کے احسان کی بات کرتے ہیں[۷] یہاں بھی نعت اور حمد میں ایک گہرا تعلق دکھائی دیتا ہے۔

جہاں آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی تبلیغ کی جائے، سرکارؐ کی متابعت اور فرمانبرداری کا حوالہ آئے، دراصل یہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنے کی خواہش اور خدا کی طرف سے محبت کیے جانے کی نوید کی بات ہوگی[۸]

جب آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والثنا کے دربارِ گہر بار میں رسائی کی تمنا عملی جامہ پہنے، جب آپ اپنے آپ کو بارگاہِ مصطفویؐ میں پہنچائیں اور سرکارؐ کو شفیع المذنبین مان کر درخواست گزار ہوں تو گویا آپ خداوندِ کریم کی صفتِ رحیمی کو جوش میں لا رہے ہیں اور اس کا تواب ہونا آپ کی معصیت کاری کو نیست و نابود کر رہا ہے[۹] ۔۔۔۔ یعنی آپ یہ نعت کہہ کر تحمید نگاری اور مناجات نگاری کی انتہا کر رہے ہیں۔

جب لوگ خدا تعالیٰ کو رؤف اور رحیم[۱۰] مانیں تو یہ حمد ہے اور جب مسلمان سرکارؐ کو رؤف اور رحیم[۱۱] مانیں تو یہ نعت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو کریم فرمائے[۱۲] تو یہ حمد ہے اور رسولِ کریمؐ کا ذکر فرمائے تو یہ نعت ہے[۱۳]۔

قرآن کریم میں اللہ کو حق کہا گیا تو یہ حمد ہے[۱۴] اور سرکارؐ کو حق فرمایا گیا تو یہ نعت[۱۵] ہے۔

لوگوں کے کام اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونے کا تذکرہ[۱۶] حمد ہے اور جب ان کاموں کی نگرانی اور گواہی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذمے ہونے کا ذکر ہو تو یہ نعت ہے[۱۷]

قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر حمد اور نعت یکجا ہیں۔ مثلاً

| | |
|---|---|
| ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ ۔ | اور کیا اچھا ہوتا، اگر وہ اُس پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسولؐ نے انہیں دیا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے عنقریب اللہ اور اس کا رسولؐ ہمیں اپنے فضل سے عطا کرے گا[۱۸]۔ |
| ○ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ | صرف اللہ اور اس کا رسولؐ تمہارا مددگار ہے[۱۹]۔ |

○ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔

ان کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ [۲۰]

○ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔

جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی۔ [۲۱]

○ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ۔

اور اب اللہ اور اسکا رسولؐ تمہارے کام دیکھیں گے۔ [۲۲]

○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسولؐ کو، ان پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں۔ اور اللہ نے ان کے لیے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ [۲۳]

○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔

بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اُس کے رسولؐ کی، ذلیل کیے گئے جیسے ان سے پہلوں کو ذلّت دی گئی۔ [۲۴]

○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔

یہ اس لیے کہ وہ اللہ سے اور اُس کے رسولؐ سے پھٹے رہے اور جو اللہ سے پھٹا رہا تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ [۲۵]

○ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر، اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسکو حرام کہا اللہ اور اُسکے رسولؐ نے۔ [۲۶]

بہت سے مقامات پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اور اپنے محبوب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر اکٹھا کیا ہے۔ محولہ بالا مقامات ہی کو دیکھیں تو حمد اور نعت کا گہرا اور نازک تعلق واضح نظر آتا ہے۔ اسی لیے خداوندِ کریم کی تعریف کرتے ہوئے ہم اس کے محبوب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نعت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی طرح نعت میں حمدِ باری تعالیٰ کی صورتیں بھی نظر آتی ہیں۔ سب

سے پہلے حمد اور نعت کے گہرے اور نازک تعلق کو شعرا کی زبان سے سنیں۔

علامہ ابوالقاسم محمود زمخشریؒ (صاحب کشاف) کہتے ہیں۔

هو الذى ان يخالج فى نبوته
ريب فما القول بالتوحيد مقبول [27]

(آپ کی نبوت کے بارے میں اگر کسی کے دل میں خلجان وارد ہو جائے تو ایسے شخص کی طرف سے توحید کا اقرار نامقبول ہے۔)

راقم سطور نے علامہ زمخشریؒ کے اس شعر سے یوں استفادہ کیا۔

شرط ایماں ہے کہ اقرار رسالت بھی کرو
صرف اقرار الوہیت یہاں بے سود ہے [28]

اردو شاعری میں حمد و نعت کے تعلق کی چند صورتیں دیکھیے۔

ظاہر و باطن ہے حمد و نعت ہر انسان کا
معنی و صورت یہ مطلع ہے مرے دیوان کا
ہے مرا ظاہر محمدؐ اور باطن ہے خدا
قال ہے یہ، حال کھونا اپنے ہے ایمان کا
(شاہ غمگینؔ دہلوی [29])

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا (احمد رضا خاں بریلوی [30])

یہی اوّل یہی آخر، یہی یوں بھی ہے اور یوں بھی
خدا کی شان ہے، ذات نبیؐ یوں بھی ہے اور یوں بھی
یہی ہے زینت کثرت، یہی ہے مظہر وحدت
یہی حسن حبیب ایزدی، یوں بھی ہے اور یوں بھی
(کیفیؔ ٹونکی [31])

لکھا اک حرفِ حمد اور اُس پہ میمِ منتخب لکھا
محمدؐ نام رکھا حمد سے خالق نے حضرتؐ کا

(صابر دہلوی[۳۲])

نعتِ حبیبؐ کیجے کہ حمدِ خدا بھی ہے
توصیف مصطفیٰؐ کی، خدا کی ثنا بھی ہے

(اختر الحامدی[۳۳])

جب سفینے تلاطمِ میں گھرنے لگیں، سائے آنکھوں میں غم کے بکھرنے لگیں
گونجتی ہے تہِ بادباں جا بجا حمدِ ربِّ علا، نعتِ خیر الوریٰؐ
برشگالِ کرم، موجِ بحرِ سخا، حرزِ قلب و نظر، نسخۂ کیمیا
شافیِ ہر مرض، لادِ کرب و بلا، حمدِ ربِّ علا، نعتِ خیر الوریٰؐ

(راسخ عرفانی[۳۴])

شاعری سے ہے اگر فیض کی اُمید غریبؔ
نعت احمدؐ کی لکھو اور خدا کی تعریف

(غریبؔ سہارنپوری[۳۵])

صفات و ذاتِ حق تو ماورا ہیں عقلِ انساں سے
مگر اس کا نشاں اُس حُسن کے مظہر سے ملتا ہے

(زکی کیفی[۳۶])

اللہ کائنات کا واحد کفیل ہے
ذاتِ رسولؐ کیا ہے، سبب ہے سبیل ہے
کس کی مجال ہے کہ جو انکار کر سکے
دعویٰ ہے رب کی ذات، محمدؐ دلیل ہے

(اعجاز رحمانی[۳۷])

Marfat.com

سب کچھ فیضِ نبیؐ سے جانا ہم نے
سیکھا نہیں نازِ عقل اٹھانا ہم نے
اک مخبرِ صادقؐ پہ ہے اپنا ایمان
اللہ کو بے دلیل مانا ہم نے

(راغب مراد آبادی[۳۸])

کون تعریفِ اسمِ محمدؐ کرے
حمد کی حمد ہے، نعت کی نعت ہے

(ابدر سا گری[۳۹])

جو ہے موصوفِ ربِ دو جہاں، توصیف اُس کی ہو بیاں کس سے
علوئے مرتبت سمجھا کہاں ہے کوئی اس ذاتِ معلّیٰ کی

(کنور محمد اعظم خاں خسروی[۴۰])

ہے حدِ فاصل کہ خطِ واصل کہ قوس کے قوس ہے مقابل
سلیم عاجز ہے فہمِ کامل، کہاں بشر ہے، کہاں خدا ہے

(سلیم احمد)[۴۱]

وصفِ آئینہ ہے خود آئینہ گر کی توصیف
حمد لکھنا ہو تو احمدؐ کا سراپا لکھوں

(اُمید فاضلی[۴۲])

وضمّ الالٰہ اسم النبی الی اسمہٖ
اذ قال فی الخمس المؤذن اشہد

(حضرت حسانؓ بن ثابت[۴۳])

(اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا دیا، جب مؤذن پانچ مرتبہ "اشہد ....." کہتا ہے۔)

حمدِ خالق و مالکِ حقیقی جل شانہٗ لکھتے ہوئے بات کس طرح اُس کے محبوبِ حقیقی صلی اللہ علیہ وسلم

تک جا پہنچتی ہے، ملاحظہ فرمایئے۔

ولا تحرمنی یا الٰہی وسیدی
شفاعته الکبریٰ فذاك المشفَّعُ
وصلِّ علیه مادعاك موحِّدٌ
وناجاك اخیارٌ ببابك رکّعُ

(حضرت علی ابن ابی طالب رضؓ[۴۴])

(اے خداوندِ عالم! مجھے اس کی شفاعت سے محروم نہ رکھ جو شفاعت کرنے والا ہے۔ جب کوئی مُوحِد تجھے ندا دے یا کوئی اہلِ خیر تیرے دروازے پر حالتِ رکُوع میں تجھ سے نجات کا طالب ہو، تو تُو اس (شفاعت کرنے والے) پر درود بھیج)۔

بحق آنکہ معبودی محمدؐ را تو بستودی
بہر چیزے کہ خوشنودی، درانم دار یا اللہ

(حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ[۴۵])

(بطفیل اس کے کہ تو معبود ہے اور تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے، جس چیز سے تو خوش ہے، مجھے اسی میں رکھ۔)

اے خدا، جسم میں جب تک کہ مری جان رہے
ترے صدقے، ترے محبوبؐ کے قربان رہے

(امیر مینائیؒ[۴۶])

دعاؤں میں اثر دے یا الٰہی
مُرادیں پوری کر دے یا الٰہی
جبینِ شوق سجدے چاہتی ہے
نبیؐ کا سنگِ در دے یا الٰہی

(منوّر بدایونیؒ[۴۷])

تجھے تسکینِ دل پایا، تجھے آرامِ جاں پایا
نہاں بھی ہے تو کیا، تجھ کو جہاں ڈھونڈا، وہاں پایا
نہیں معلوم کیا ہو حشر جوہرؔ کا، پر اتنا ہے
کہ ہاں نامِ محمدؐ مرتے دم وردِ زباں پایا

(محمد علی جوہرؔ[۴۸])

دل کو ہو تجھ سے واسطہ، لب پہ ہو نامِ مصطفیٰؐ
وقت جب آئے اے خدا، خاتمۂ حواس کا

(حسرتؔ موہانی[۴۹])

تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شمار جُرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجازؐ کا

(حسنؔ رضا بریلوی[۵۰])

خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوبؐ کی امت میں ہیں

(آغا حشر کاشمیری[۵۱])

اے خالقِ یکتا، بے ہمتا، امت میں کیا کس کی پیدا
ہم اور یہ تیرا فضل و کرم سبحان اللہ سبحان اللہ

(سیفؔ ٹونکی[۵۲])

یارب، مری دُعا کو متاعِ اثر ملے
روزِ جزا شفاعتِ خیر البشرؐ ملے
کردار بخش وہ کہ ندامت نہ ہو مجھے
جب روزِ حشر میرِ اممؐ سے نظر ملے

(راسخ عرفانی[۵۳])

Marfat.com

ایمان اور یقین کی دولت نصیب ہو
یارب! ہمیں نبیؐ کی محبت نصیب ہو
روزِ حسابِ حشر کے میدان میں، ہمیں
سردارِ انبیاؐ کی شفاعت نصیب ہو

(صابر کاسگنجوی) ۵۴

اپنا محبوبؐ دے کے دُنیا کو
تو نے طرفہ کرم کیا یارب

(سیّد عاصم گیلانی) ۵۵

مجھے نہ دیکھ، کریمی پہ رکھ نظر اپنی
گناہگار ہوں اے میرے پالنے والے
گراہوں میں تو محمد کا نام ہے لب پر
سنبھال، دونوں جہاں کے سنبھالنے والے

(قمر انجم) ۵۶

کرم تیرا کہ ہم کو خیرِ امت تو نے فرمایا
عطا تیری، دیا ہم کو رسولؐ مجتبیٰ تو نے
متاعِ الفتِ احمدؐ قمرؔ کو بخش کر یارب
دُعاؤں کو عطا حُسنِ قبولیت کیا تو نے

(قمر یزدانی) ۵۷

حمد کے ہیں ہزارہا عنواں — حافظِ بے ہُنر سے کیا ہو بیاں
تیرے لُطف و کرم پہ نازاں ہوں — تیرے محبوبؐ کا ثنا خواں ہوں
عشقِ خیر البشرؐ عطا کر دے — دامنِ دل کو نور سے بھر دے

(حافظ لدھیانوی) ۵۸

کاش حاصل ہو ترے فضل و کرم سے مجھ کو
تیرے محبوبؐ کی اُلفت، ترا عرفاں یارب!
پیش ہو حشر میں جب نامۂ اعمال مرا
ہاتھ میں ہو ترے محبوبؐ کا داماں یارب

(حاتمی مارہروی) [۵۹]

اگر شاعر صاحبِ ایمان ہے تو وہ حمد کہتے ہوئے خدا تعالیٰ کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنے لگتا ہے، اسی طرح نعت کہتے ہوئے بات حضور محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کے ممدوح و مدّاح (جل جلالہ) تک جا پہنچتی ہے کیونکہ اسلام کی بنیاد کلمۂ توحید ہے اور کلمۂ توحید (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) رسالت کے اعلان کے ساتھ ہی مکمل ہوتا ہے، اس کے بغیر نہیں۔ حمدِ باری تعالیٰ میں نعتِ سرورِ کونینؐ کی چند صورتیں اوپر دی گئیں، نعتِ رسولِ مقبولؐ میں حمدِ خالق کی صورت بھی دیکھئے۔

فانقذنا اللّٰہ فی نورہٖ
ونجّی برحمتہ من الظّلمٰی

(حضرت کعب ابن مالکؓ) [۶۰]

(اللہ نے اُن کے صدقے اور اُن کی بدولت ہمیں ان کی روشنی میں لاکر نجات دی اور آگ کے عذاب سے بچالیا۔)

أحیا بہ اللّٰہ قلوباً کما
أحیا موات الارض صوب الغمام

(ابو العتاہیہ) [۶۱]

(اللہ نے آپؐ کے ذریعے انسانوں کے مُردہ قلوب کو اس طرح زندہ کر دیا جس طرح تیز بارش کے بعد خشک زمین زندہ ہو جاتی ہے۔)

علا و دنا د جاز الیٰ مقام
کریم خص فیہ بالاصطفاء

Marfat.com

ولم یر ربه جهراً سواه

لسرٍ فیه جل عن امتراء

(حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ شارحِ بخاری) ٦٢

(آپ بلند ہوئے، قریب پہنچے اور ایسے مقامِ کریم تک پہنچے جہاں اللہ نے انہیں خصُوصیت سے چُن لیا۔ آپ کے سوا کسی نے بھی اپنے پروردگار کو یُوں کُھلم کُھلا نہیں دیکھا۔ اس میں بھی ایک بھید ہے جو شک و شبہ سے بالاتر ہے۔)

اختاره الله محبوباً وارسله

لرحمته وارشادٍ وتسدید

(علامہ فضلِ حق خیرآبادیؒ) ٦٣

(اللہ نے ان کو محبُوب منتخب کیا اور اپنی رحمت بنا کر ارشاد اور درستی کے لیے بھیجا۔)

ربِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

مصدرِ مظہریت پہ اظہر درود
مظہرِ مصدریت پہ لاکھوں سلام

معنیٔ قَدْ رَاٰی مقصدِ مَا طَغیٰ
نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلویؒ) ٦٤

جانِ گلزارِ مصطفائی تم ہو
مختار ہو، مالکِ خدائی تم ہو

جلوے سے تمہارے ہے عیاں شانِ خُدا
آئینۂ ذاتِ کبریائی تم ہو

(حسن رضا خاں بریلوی) ٦٥

دو کماں سے بھی تھا کم فرق ان میں اور اللہ میں
تھی شبِ معراج ایسی قدر و شانِ مصطفیٰ

(فصاحت لکھنوی) ۶۶

خدا کو مانا ہے دیکھ کر تجھ کو، اُس کی شانِ جمیل تُو ہے
خدا کی ہستی پہ میرے نزدیک سب سے روشن دلیل تو ہے
خدا کی صورت کوئی نہیں، اور خدا کی صورت کوئی اگر ہے
تو وہ حریفِ نقوشِ تصویر تیری صورت میں جلوہ گر ہے

(تاجور نجیب آبادی) ۶۷

تمہارے جلوۂ رخ میں جھلک ہے نورِ خالق کی
مرے اس قول پر صادق حدیثِ مَنْ رَآنِیْ ہے

(نظامی بدایونی) ۶۸

صفاتِ حق ہوئیں جس کی صفات سے روشن
وہ جس کی ذات سے ظاہر خدا کی یکتائی

(میر انوؔ کاظمی امروہوی) ۶۹

نبوت ختم ہے اُس پر، یہ اپنا دین و ایماں ہے
وہ ہے مثل آپ ہی اپنا، یہ مرکوزِ دل وجاں ہے
محمد سا اگر دنیا میں کوئی اور انساں ہے
تو میں کہہ دوں گا ہمتائے خدا ہونا بھی آساں ہے
گر انساں ہمسرِ شانِ رحیمی ہو نہیں سکتا
تو کوئی رحمۃٌ للعالمیںؐ بھی ہو نہیں سکتا

(نیاز فتحپوری) ۷۰

ترے سجدے سے جھکی سارے رسولوں کی جبیں
سب نے اللہ کو مانا تری دیکھا دیکھی

(قمر جلالوی) ۷۱

ایک آئینۂ عرفانِ حقیقت ہیں حضورؐ جس میں صناعِ ازل عکس خود اپنا دیکھے
(اطہر ضیائی[۲])

نبیؐ میں کیسا خدا نے کمال رکھا ہے کہ اُن کے حُسن میں اپنا جمال رکھا ہے
(سید محمد ریاض الدین سہروردی[۳])

نعت کا مجموعۂ اول اُمّ الکتاب قرآن مجید ہے۔ اس لیے نعت گروں کے لیے اسی کے اسلوب اور انداز کے تتبع کی کوشش ضروری ہے۔ قرآن نے بہت سے مقامات پر حمد اور نعت کے گہرے تعلق کو واضح کیا ہے چنانچہ سرکارؐ کے مدحت سراؤں نے بھی حمد کہتے ہوئے اللہ کے محبوبؐ کا ذکر کیا ہے اور نعت میں حمدِ خالق بیان کی ہے۔

# حواشی

۱۔ دیوانِ حسانؓ بن ثابت۔ مطبع انجمن پنجاب۔ لاہور۔ ۱۸۷۸۔ ص ۲۲۔

۲۔ ماہنامہ اظہار کراچی۔ اکتوبر نومبر ۸۶۔ ص ۱۰۰۔

۳۔ "اور ہم نے تمہیں سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا (الانبیاء۔ ۲۱: ۱۰۷)۔

۴۔ "اور مسلمانوں پر رؤف اور رحیم ہیں" (التوبہ۔ ۹: ۱۲۸)

۵۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ "انکے (بیعت کرنے والوں کے) ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے" (الفتح۔ ۴۸: ۱۰)

خوشا وہ لوگ، ایسا ہاتھ جن کے ہاتھ پر آیا خدا سے خود ملا جس کو خطاب اللہ کے ید کا
(فیروز طغرائی۔ نقوش، رسول نمبر، جلد دہم ص ۶۸۵)

۶۔ "اور وہ جو بات اپنی خواہش سے کرتے ہیں، وہ اس کے علاوہ کچھ نہیں جو انہیں وحی کی جاتی ہے"۔
(النجم۔ ۵۳: ۳، ۴)

محمدؐ کا فرمان فرمانِ حق ہے یہ فرما رہا ہے خدائے محمدؐ
(عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی ماہنامہ محدث لاہور۔ رسولِ مقبول نمبر حصہ دوم ص ۴۲۵)

۷۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ۔

Marfat.com

"بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا"
(آل عمران ۳ : ۱۶۴)

۸۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ " اے محبوب! فرما دیجئے کہ لوگو، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ، اللہ تم سے محبت کرے گا" (آل عمران ۳ : ۳۱)۔

۹۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا " اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں" (النساء ۴ : ۶۴)

وَلَوْ أَنَّهُمْ کی نوید یں سنی ہیں
مدینے کو دار الاماں دیکھتے ہیں

(نسیم بستوی، تجلیاتِ مدینہ، مکتبۂ لطیفیہ، براؤں شریف بھارت ۱۹۶۰ء ص ۱۰)

۱۰۔ التوبہ ۹ : ۱۱۷، الحدید ۵۷ : ۹، الحشر ۵۹ : ۱۰

۱۱۔ التوبہ ۹ : ۱۲۸ (سورۂ توبہ کی ۱۱۷ ویں آیت میں اللہ کو اور ۱۲۸ ویں آیت میں رسول اللہ کو "رؤف رحیم" فرمایا گیا ہے۔

۱۲۔ يٰأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ " اے آدمی! تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کریم رب سے" (الانفطار ۸۲ : ۶)۔

۱۳۔ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (الحاقہ ۶۹ : ۴۰)

۱۴۔ فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ (طٰہٰ ۲۰ : ۱۱۴)

۱۵۔ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ (آل عمران ۳ : ۸۶)

۱۶۔ وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ (آل عمران ۳ : ۹۸)

وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۚ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا (النساء ۴ : ۷۹)

۱۷۔ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرہ ۲ : ۱۴۳)۔

Marfat.com

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا
(النساء ۔۴ : ۴۱)

۱۸۔ التوبہ ۔ ۹ : ۵۹
۱۹۔ المائدہ ۔ ۵ : ۵۵
۲۰۔ التوبہ ۔ ۹ : ۷۴
۲۱۔ الاحزاب ۔ ۳۳ : ۳۷
۲۲۔ التوبہ ۔ ۹ : ۹۴۔
۲۳۔ الاحزاب ۔ ۳۳ : ۵۷
۲۴۔ المجادلۃ ۔ ۵۸ : ۵
۲۵۔ الحشر ۔ ۵۹ : ۴ (سورۂ الانفال ۔۔۔ ۸ : ۱۳ ۔۔۔ میں آخری حصہ یوں ہے ۔
وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ )۔
۲۶۔ التوبہ ۔ ۹ : ۲۹
۲۷۔ ماہنامہ فکر ونظر اسلام آباد ۔ ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ / فروری ۱۹۷۹ (مضمون "عربی نعت کا ارتقا از حکیم محمد یحییٰ) ص ۔ ۴۰
۲۸۔ راجا رشید محمود ۔ ورفعنا لک ذکرک ۔ پاپولر پبلشرز، لاہور اشاعتِ اوّل ۱۹۷۷، ص ۲۲ ۔
۲۹۔ مجلہ نقوش لاہور ۔ رسول نمبر ۔ جلد دہم ۔ ص ۶۳۴ ۔
۳۰۔ حدائقِ بخشش ۔ حصہ دوم بسم اللہ کمپنی، لاہور ۔ ص ۴۹ ۔
۳۱۔ احمد علی سیف کلانوری (مرتب) بوستانِ نعت ۔ ۱۳۴۹ھ ۔ ص ۲۰۶ ۔
۳۲۔ نقوش ۔ رسول نمبر ۔ جلد دہم ۔ ص ۶۴۵ ۔
۳۳۔ نعت محل ۔ ص ۔ ۵۳ ۔
۳۴۔ حدیثِ جاں ۔ ص ۔ ۱۸
۳۵۔ خزینۂ رحمت یعنی عطریاتِ غریب ۔ ص ۔ ۷۴
۳۶۔ محمد اقبال جاوید (مرتب) مخزنِ نعت ۔ ص ۲۳۱ ۔

۳۳۲۱۵

۳۷۔ ماہنامہ اظہار کراچی۔ اکتوبر نومبر ۸۶۔ ص ۹۲۔

۳۸۔ بحضورِ خاتم الانبیاءؐ۔ ص ۸۹۔

۳۹۔ القلم۔ ص ۲۱/ ثنائے خواجۂ کونین۔ مرتبہ درد اسعدی۔ ص ۵۳۔

۴۰۔ ماہنامہ اظہار کراچی۔ اکتوبر نومبر ۸۶۔ ص ۱۰۰۔

۴۱۔ اظہار کراچی (ماہنامہ) سیرت نمبر۔ فروری ۱۹۷۹۔ ص ۳۶۔

۴۲۔ اظہار کراچی، سیرت نمبر۔ جنوری فروری ۱۹۸۰۔ ص ۱۱۲

۴۳۔ نقوش لاہور۔ رسول نمبر۔ جلد دہم۔ ص ۲۵۵۔

۴۴۔ زوار حسین نقشبندی مجددی، مولانا سید۔ گلدستۂ مناجات۔ ص ۵

۴۵۔ ایضاً۔ ص ۲۱۔

۴۶۔ ضیا محمد ضیا و طاہر شادانی (مرتبین) حمد و مناجات۔ ص ۲۸۱۔

۴۷۔ منور بدایونی۔ منور نعتیں۔ ص ۶۳، ۶۴۔

۴۸۔ حمد و مناجات۔ ص ۹۵۔

۴۹۔ ایضاً۔ ص ۱۰۳۔

۵۰۔ حسن رضا بریلوی، مولانا۔ ذوقِ نعت معروف بہ صلۂ آخرت۔ ص ۲۔

۵۱۔ حمد و مناجات۔ ص ۱۱۳۔

۵۲۔ سیف کلانوری (مرتب) بوستانِ نعت۔ ص ۱۶۸۔

۵۳۔ راسخ عرفانی۔ نسیم منیٰ۔ ص ۱۹۔

۵۴۔ صابر کاسگنجوی۔ قندیلِ نور۔ ص ۲۶۔

۵۵۔ عاصم گیلانی، سید۔ وسیلہ۔ ص ۲۰

۵۶۔ قمر انجم۔ حسنت جمیع خصالہ۔ ص ۳۹۔

۵۷۔ قمر یزدانی۔ مہرِ درخشاں۔ ص ۳۵، ۳۶۔

۵۸۔ حافظ لدھیانوی۔ نشیدِ حضوری۔ ص ۳۹۔

۵۹۔ حمد و مناجات۔ ص ۸۴۔

Marfat.com

۶۰۔ نقوش لاہور۔ رسولؐ نمبر۔ جلد دہم۔ ص ۲۵۲۔

۶۱۔ ایضاً۔ ص ۲۴۷۔

۶۲۔ فکر ونظر اسلام آباد۔ فروری ۱۹۷۹۔ ص ۷۴ (مضمون "عربی نعت کا ارتقا" از حکیم محمد یحییٰ)

۶۳۔ نقوش لاہور۔ رسولؐ نمبر۔ جلد دہم۔ ص ۲۸۶۔

۶۴۔ احمد رضا بریلوی، اعلحضرت مولانا۔ حدائقِ بخشش حصہ دوم۔ نذیر سنز پبلشرز، لاہور۔ ص ۲۴، ۲۵

۶۵۔ ذوقِ نعت معروف بہ صلۂ آخرت۔ ص ۹۳۔

۶۶۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد دہم۔ ص ۶۸۳۔

۶۷۔ ایضاً۔ ص ۵۳۶۔

۶۸۔ ایضاً۔ ص ۷۰۵۔

۶۹۔ افق کاظمی امروہوی، میر۔ فروغِ محامد۔ ص ۳۶۰۔

۷۰۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد دہم۔ ص ۵۰۴۔

راقمِ سطور، راجا رشید محمود نے عرض کیا ہے۔

خالقِ ارض وسما نے ان کو یہ رتبہ دیا — خود بھی تھا لیکن رحیم آقا کو بھی فرما دیا

اس کو جو کہنا تھا، وہ محبوبؐ سے کہلا دیا — کون کہہ سکتا ہے، ان کو کیا دیا کتنا دیا

ہمسر و ہمتا خدا کا بھی کوئی ممکن نہیں

ثانی میرے مصطفیٰؐ کا بھی کوئی ممکن نہیں

(شام وسحر لاہور۔ نعت نمبر ۴۔ ص ۱۲۱)

۷۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد دہم۔ ص ۷۳۳۔

۷۲۔ اظہار کراچی۔ سیرت نمبر۔ جنوری فروری ۱۹۸۰۔ ص ۱۰۹۔

۷۳۔ اظہار۔ دسمبر ۱۹۸۴۔ ص ۶۲۔

Marfat.com

# محبت کے تقاضے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

حضور فخر موجودات سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ سے پہلے جتنے بھی انبیائے کرام مبعوث ہُوئے، تاریخ شاہد ہے کہ ان کے ماننے والوں نے جانثاری اور جاں سپاری کے ایسے مظاہر پیش نہیں کیے جو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والوں نے دنیا کو دکھائے۔ وہ نفوسِ قدسیہ بھی جنہوں نے ایمان کی آنکھوں سے اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا کی زیارت کی، سرکار ؐ کی عزت و ناموس پر سختیاں اُٹھاتے، صعوبتیں جھیلتے اور جانیں نچھاور کرتے رہے۔ یہ بھی ہُوا کہ کفار نے اُنہیں آقا حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے سایۂ رحمت سے نکالنا چاہا۔ آقا سے محبت ترک دینے کے مشورے دیئے، اُن کے دامنِ کرم سے علیحدہ کرنے کی کوشش کیں ـــ لیکن وابستگانِ درِ مصطفےٰ ؐ نے کسی صُورت بھی اس محرومی کو گوارا نہ کیا۔ دُشمنانِ دین نے انہیں تکلیفیں پہنچائیں، انہیں شہید بھی کر دیا تو چشم فلک نے دیکھا کہ نادم واپسیں ان کی زبانیں ذکرِ نبی ؐ میں لال تھیں اور ان کے ہونٹ مدحِ مصطفےٰ ؐ میں مصروف رہے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے اپنی جانیں دے بھی دیں، کہ انہیں دامنِ سرکار ؐ سے ناوابستگی کے عالم میں ایک لمحہ حرام تھا اور انہوں نے ایسے بدبختوں کی جانیں لیں بھی، جن سے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی توہین کا ارتکاب ہوا۔

صحابہ کرام کی جماعت تو وہ جماعت ہے جن سے اللہ تعالےٰ نے اپنے راضی ہونے کا اعلان فرمایا اور اُن کے اللہ سے راضی ہونے کی خبر سُنائی۔ لیکن عزت و ناموسِ سرکارِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلّم) پر جان دینے کی یہ رسم اُن کے بعد بھی ہر دور کے اہلِ ایمان نے زندہ رکھی۔ حتیٰ کہ آج کے دورِ پُرفتن میں بھی جانثارانِ ناموسِ رسالتؐ کی کمی نہیں۔ ظفر علی خاں نے کہا تھا۔

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب[1] کی عزت پر
خدا شاہد ہے، کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا[2]

لاہور کے ایک بفضلہٖ بقیدِ حیات شاعر نے کہا۔

ہم اپنے دین پر جان اپنی وار سکتے ہیں
ہمارے دین کا مطلب ہے آبروئے رسولؐ[3]

چنانچہ اسلامیوں کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ جب کسی خر نا شخص نے محسنِ عالم حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کوئی گستاخی کی، کسی غازی نے اپنا فرض نبھا دیا۔ جہاں کسی بدبخت کو "کتے" کی موت مرنا پسند آیا، اس نے محسنِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے بارے میں کوئی نامناسب اور ناز یبا لفظ کہنے کی جسارت کر لی اور اس کا نتیجہ بھگت لیا۔

ایک تو یہ ہمارے لیے جذباتی مسئلہ ہے کہ جس ہستی نے ہمیں سچائی کی راہ دکھائی، ہمیں ہمارے معبودِ حقیقی کے در پر جھکایا، ہماری دنیوی اور اخروی بہتری کے لیے بہت کچھ کیا، ہمیں بھی سمجھایا اور خالق و مالکِ حقیقی جل شانہ سے، ہمیں بہت سی مراعات بھی لے کر دیں ــــــ اس ہستی کی عظمت سے فروتر بات ہم کیسے برداشت کر لیں۔ کوئی بدبخت ہمارے آقاو مولا حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توہین کا ارتکاب کرے، حضور کی شان میں کسی گستاخی کا مرتکب ہو اور اسے ہم سزا نہ دیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ لیکن دیکھنا چاہیئے کہ جذباتیت سے ہٹ کر اس کا علمی پہلو کیا ہے ــــــ

---

[1] مدینۂ طیبہ

[2] ظفر علی خاں۔ بہارستان۔ مکتبۂ کارواں لاہور۔ س ن۔ ص ۱۴۲ نظم "تکمیلِ ایمان" کے پہلے دو شعر)

[3] صابر گیلانی

Marfat.com

ایمان کی بنیاد محبت رسول ﷺ ہے۔ مشہور حدیث پاک ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے باپ، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرتا ہو[1] چنانچہ مسلمان ہونے کی شرطِ اوّلیں سرکار ﷺ کی محبت ٹھہری اور محبت بھی کیسی ۔۔۔ جتنی اور کسی سے ہو نہ سکتی ہو۔ اتنی گہری اور والہانہ محبت، کہ اُس کے سامنے سب محبتیں ہیچ ہوں، سب تعلق منقطع ہوتے دکھائی دیں۔

محبت ہوتی ہے تو اس کے کچھ تقاضے بھی ہوتے ہیں۔ محب اپنے محبوب کی تعریف کرتا ہے، اسے نام سے پکارنے کے بجائے پیار کے خطابات اور خوبصورت القابات سے پکارتا ہے، اس کی بات مانتا ہے۔ محبوب کی تکلیف اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتی ہے، وہ محبوب کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ وہ ان لوگوں کو عزیز رکھتا ہے جنہیں اس کا محبوب عزیز رکھتا ہو۔ وہ دوسروں کو یقین دلاتا ہے کہ اس کا محبوب سب سے اچھا ہے۔ محب کبھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کے محبوب کی توہین کرے اور وہ اپنے محبوب کے دشمنوں کو خائب و خاسر کرنے اور ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا۔

اس صورتِ حال کا جائزہ بھی لینا چاہیئے کہ کیا واقعی خداوندِ قدوس ولا یزال جل جلالہٗ بھی حضور سیدِ آدم و بنی آدم رحمتِ ہر عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے؟ اگر محبت کے تقاضے کلام اللہ سے پورے ہوتے دکھائی دیں تو پھر جان لینا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بھی محبوب ہیں اور ہمیں اللہ کی سُنّت پر عمل کرتے ہوئے محبت کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گا کہ جانثارانِ ناموسِ مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثنا) نے جو کارنامے انجام دیئے، اُن کی دینی، علمی اور تحقیقی حیثیت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے ایمان کے کامل ہونے کا ثبوت کس طرح دیا اور سنتِ خداوندی پر کس حد تک عمل کیا۔

---

[1] بخاری

قرآنِ مجید حضور محبوبِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی تعریف و ثنا سے بھرا پڑا ہے۔ اللہ کریم نے اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے اور اپنے فرشتوں کے درود بھیجنے کا اعلان فرماتے ہوئے یہ حکم دیا کہ جو اہلِ ایمان ہیں، وہ بھی انہیں درود اور سلام کا ہدیہ پیش کریں (سورہ الاحزاب) انہیں حق کے ساتھ، خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجنے کی بات کی (سورہ البقرہ) انہیں ایسا رسول فرمایا، جنہیں لوگوں کا مشقت میں پڑنا گراں ہے، انہیں لوگوں کی بہت بھلائی چاہنے والے کہا اور مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان قرار دیا (سورہ توبہ)

خداوندِ تبارک و تعالیٰ نے اُس شہر کی قسم کھائی جس میں اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے (سورہ بلد) اس نے اپنے پیارے کی جان کی قسم کھائی (سورۂ حجر) اس کو اپنی قسم کھانا تھی تو اس کے لیے بھی فَلَا وَرَبِّكَ (سورہ نساء) فرمایا کہ اے محبوب! مجھے تیرے رب کی قسم! اس نے سرکارؐ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجنے کا اعلان فرمایا۔ (سورہ انبیاء) اس نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو مسلمانوں کی جانوں کے خود اُن سے زیادہ مالک قرار دیا اور فرمایا کہ ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں (سورہ احزاب) اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو (سورۂ احزاب) اس نے حضورؐ کو شاہد، مبشر، نذیر، اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا چراغ فرمایا (سورۂ احزاب) اس نے واضح فرما دیا کہ وہ جو بات اپنی خواہش سے فرماتے ہیں، وہ حقیقت میں وحی ہوتی ہے جو ان کو وحی کی جاتی ہے (سورہ النجم) اس نے اُن کی بیعت کو اللہ کی بیعت کہا، ان کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ فرمایا (سورہ الفتح) اس نے محبوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے خُلق کو عظیم کہا (سورہ القلم) اُس نے اپنے محبوب کے ذکر کو اُن کی خاطر بلند کرنے کا اعلان فرمایا۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (سورۂ الم نشرح)

یہ تو قرآنِ پاک کے چند مقامات کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا یہ سارا کلام ہی اُس کے محبوبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی نعت ہے۔ قرآن مجید نعت کا مجموعۂ اوّل ہے اور وہ جو غالب نے کہا تھا،

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کو جاننے والی ذات صرف خداوندِ قدوس و کریم کی ہے، اس لیے وہی ثنائے خواجہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا اشارات سے ثابت ہُوا کہ خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب کی تعریف کی ہے۔ اب تعریف مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کا یہ انداز دیکھیے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں پُورے قرآن مجید میں کہیں نام سے نہیں پُکارا، کہیں یا ایھا النبی کہا ہے، کہیں یا ایھا الرسول پُکارا ہے۔ پھر یا ایھا المزمل (سورہ مزمل) اور یا ایھا المدثر (سورہ مدثر) کہہ کر بھی خطاب کیا ہے کہ اے کپڑوں میں لپٹنے والے اور اے چادر اوڑھنے والے! کہیں انہیں چمکنے والا ستارہ کہا، کہیں ان کے چہرۂ مُبارک کی قسم کھائی اور کہیں ان کی زلفِ معنبر کی۔ غرضیکہ اپنے پیارے کو پُکارنے کے لیے اپنائیت اور محبت کے اسلُوب اختیار کیے ہیں۔

محبت کے دعویدار کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبُوب کی بات بھی مانے۔ اس نقطۂ نظر سے کلام اللہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمنا میں بار بار آسمان کی طرف دیکھا کہ بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ مسلمانوں کا قبلہ بن جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اِس ادا کا ذکر فرما کر فرمایا کہ جس میں تمہاری خوشی ہے، ہم تمہیں اسی کی طرف پھیر دیں گے اور پھر فرمایا کہ ابھی اپنا مُنہ مسجدِ حرام کی سمت پھیر لو (سُورہ البقرہ) اپنے محبُوب کی بات ماننے کا ذکر اس نے یوں بھی کیا کہ فرمایا، جب لوگوں اپنی جانوں پر ظلم کر لیں یعنی ان سے کوئی قصور سرزد ہو جائے، تو وہ اے محبُوب! آپ کے حضور حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں۔ پھر رسُولؐ ان کی شفاعت فرما دیں تو وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے (سُورۂ نسا)

آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی زاد

حضرت زینبؓ کے لیے دیا تو ان کے بھائی عبدؐاللہ بن جحش نے اسے منظور کرنے میں اس لیے پس و پیش کیا کہ حضرت زیدؓ خاندانی طور پر اتنے عالی نہ تھے. اس پر خدا تعالیٰ نے حکم نازل فرمادیا کہ جب اللہ اور رسولؐ کچھ حکم فرمادیں تو پھر کسی مسلمان عورت یا مرد کو اپنے کسی معاملے میں بھی کچھ اختیار نہیں رہتا۔ (سورہ احزاب)

محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ محب اپنے محبوب کی کوئی تکلیف برداشت نہیں کرتا چنانچہ جب حضورؐ نے ساری رات خدا کی عبادت کرنا شروع کی تو اللہ کو محبوب کی اس ادا میں ان کی تکلیف کا خیال ہوا اور فرمایا یَآ اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا کہ اے کپڑوں میں لپٹنے والے، رات میں کچھ رات کے لیے قیام فرماؤ (سورۂ مزمّل)

پھر محب کے لیے ضروری ہے کہ وہ محبوب کی رضا چاہے، اُس کی خوشی میں اپنی خوشی سمجھے، چنانچہ اللہ کریم نے فرمایا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (سورۂ والضحیٰ) (بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ راضی ہو جاؤ گے)

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ محب اپنے محبوب کے عزیزوں اور اُس کے نام لیواؤں کو اچھا سمجھتا ہے، جن لوگوں سے اس کی نسبت ہوتی ہے، وہ محب کو اچھے لگتے ہیں. اس حوالے سے اس فرمانِ خداوندی کو دیکھیے کہ "اے محبوبؐ! فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بنو، اللہ تمہیں دوست بنالے گا، تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (سورہ آلِ عمران) یعنی جو اُس کے محبوب کی بات مانیں گے، ان کی اتباع کریں گے، ان کی فرمانبرداری کریں گے، اللہ ان سے محبت کرنے لگے گا. اسی لیے خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا (سورہ النسا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بندوں میں سے جس کسی سے ——— کوئی غلطی سرزد ہو جائے، اُسے اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونے کو کہا ہے (سورۂ زمر) اور اپنے محبوبِ پاکؐ کے ساتھیوں کو اللہ نے کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل قرار دیا. (سورۂ الفتح)

یہ بھی ہوتا ہے کہ اپنے محبوب سے محبت کرنے والا دوسروں کو یقین دلاتا ہے کہ اُس کا محبوب سب سے اچھا ہے۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے سب پیغمبروں سے عہد و پیمان لیا کہ جب اُن کے پاس اللہ کا محبوب رسولؐ آئے گا تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی مدد کریں گے (سورۂ آلِ عمران) یہ سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو سب رسولوں سے تسلیم کروانے کا عمل تھا۔ اسی طرح جب اللہ یہ فرماتا ہے کہ جو کنکریوں کی مٹھی حضورؐ نے جنگِ بدر کے موقع پر دُشمنوں کی طرف پھینکی تھی، وہ حضورؐ نے نہیں بلکہ خود اللہ نے پھینکی تھی (سُورہ انفال) تو مقصد یہ ہے کہ سب لوگ مان لیں کہ حضورؐ کے مرتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا اور اسی سُورہ میں اللہ کا یہ فرمان کہ اے محبوبؐ جب تک تم ان میں ہو، اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب میں مبتلا کرے (سُوۂ انفال) سرکارؐ کی کتنی بڑائی ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے پیغمبروں کی حیات ظاہری میں بھی ان کی قومیں عذابِ الٰہی کا شکار ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق یہ فرما کر کہ جب تک یہ ہم میں ہیں، ہم عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے، خداوندِ کریم نے دُنیا پر ظاہر کر دیا کہ اس کے محبوبِ پاکؐ سے عظیم المرتبت کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

محبت کے تقاضوں میں سے اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ محبّ اپنے محبوب کی توہین برداشت نہیں کر سکتا اور خدا تعالیٰ نے بھی یہی کیا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ حضورؐ تو کھانا کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے ہیں اور یہ کہ کوئی فرشتہ اُتارا جانا چاہیئے تھا، انہیں اللہ نے گمراہ فرمایا —— اور گمراہ بھی ایسے کہ اب راہ نہیں پا سکتے (سورۂ فرقان) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اہانت کُفر ہے اور کُفر بھی ایسا کہ اس دلدل میں دھنسنے والے چھٹکارا نہیں پا سکتے، ان کے لیے ایمان کی روشنی کا حصُول ممکن ہی نہیں۔

جب منافقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو "راعنا" کے بجائے ذرا سا لہجہ بگاڑ کر یہ لفظ کہا جس سے وہ بزعمِ خود حضورؐ کی تضحیک کا پہلو نکال لیتے تھے (نعوذ باللہ) تو اللہ نے حکماً اس لفظ کا استعمال ہی ممنوع فرما دیا اور حُکم دے دیا کہ جب آقاؐ کی

توجہ مطلوب ہو، اُنْظُرْنَا یا رسول اللہ کہو کہ یا رسول اللہ! ہماری طرف نظرِ کرم فرمایئے (سورۃ البقرہ) اس طرح ہر ایسا لفظ بھی آقا کے لیے استعمال کرنا ممنوع قرار پایا جس کا معنی کھینچ تان کر بھی ایسا نکلتا ہو جو حضور کے مرتبے سے فروتر ہو. پھر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو (سورۃ نور) پھر ارشاد ہوا کہ اپنی آوازیں اپنے آقا کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے حضور چلا کر بات نہ کہو جیسا تم ایک دوسرے کے سامنے کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو (سورۃ الحجرات) یعنی بارگاہِ مصطفوی میں اونچی آواز سے بولنا، چلا کر بات کرنا، سرکار کو اس طرح پکارنا جس طرح کوئی ایک آدمی دوسرے کو پکار سکتا ہے یا کوئی ایسا لفظ استعمال کرنا جس کے دور کے معنی بھی ایسے نکل سکتے ہوں جو مقامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کمتر ہوں منع ہے۔ اللہ کو اپنے محبوب کی توہین اشارتاً بھی گوارا نہیں.

اور ——— محبت کا سب سے بڑا تقاضا یہی ہے کہ جہاں محب کو محسوس ہو کہ اس کے محبوب کی توہین کی گئی ہے یا اسے نقصان پہنچانے کی کوشش ہوئی ہے یا اسے تکلیف پہنچائی گئی ہے، وہاں اس کا غضب جوش میں آجائے، وہ محبوب کے دشمنوں کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو ——— اس پہلو سے خالقِ حقیقی اور اس کے محبوبِ حقیقی کے باہمی ربطِ محبت پر نظر دوڑائیں تو واضح ہوتا ہے کہ نہ ایسا محب کبھی ہوا ہے، نہ ایسا محبوب کسی نے دیکھا ہے. جب عاص بن وائل نے حضور کے بارے میں (نعوذ باللہ) "ابتر" کا لفظ استعمال کیا تو اللہ نے سورۃ کوثر نازل فرمادی. جس میں حضور کو خیرِ کثیر عطا فرمانے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ "ابتر" تو آپ کا دشمن ہے. (سورۃ کوثر) ابولہب نے حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی شان میں گستاخی کی تو اللہ نے سورۃ لہب نازل فرمادی جس میں اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹنے کا کوسنا دیا اور اس کی مکمل تباہی کا اعلان فرمایا. اسے اور اس کی بیوی اُمِ جمیل کے جو ابوسفیان کی بہن تھی، آگ میں دھنسنے کے انجام کا ذکر کیا اور اُمِ جمیل کے گلے میں کھجور کی چھال

کے رستے کی بات کی اور وہ اسی طرح مری کہ سر پر گٹھا لا رہی تھی، راستے میں سستانے کے لیے بیٹھی، گٹھا پیچھے کو کھنچا اور رسی سے گلے میں پھانسی پڑ گئی)

خداوند کریم نے اُس عورت کے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھایا کرتی تھی، رسّے کی پھانسی سے مرنے کی پیشگوئی کی اور وہ اسی طرح مری۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ محبوبؐ کی توہین و تضحیک کا ارتکاب کرنے کا جو انجام ہونا چاہیئے اُس کا اعلان کیا گیا اور وہ اسی طرح ہُوا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ جو آدمی اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلّم کو تکلیف دے، ان کا مضحکہ اُڑانے کی کوشش کرے، یا ان کی توہین کرے، اس کا انجام یہی ہونا چاہیئے۔ سُورہ لہب کی اس پیشگوئی کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ حضورؐ کی سچائی کو دنیا پر ثابت کر دیا جائے اور اللہ کی اپنے محبوبؐ سے انتہائے محبت بھی کائنات عالم پر واضح ہو جائے اور محبت کا یہ اُصول بھی بیان ہو جائے کہ محبوبؐ کے دُشمنوں، اُس کے نہ ماننے والوں اور اس کی اہانت کرنے والوں کے خلاف محب کا اقدام کیا ہونا چاہیئے۔

اِسی طرح جب ولید بن مغیرہ نے خالق و مالکِ ہر عالم جلّ وعلا کے محبوبؐ کی توہین کی، نعوذ باللہ انہیں مجنون کہا تو اللہ تعالےٰ نے سُورہ نٓ والقلم ، نازل فرمائی۔ جس میں پہلے تو قلم اور اُس کے لکھے کی قسم کھا کر فرمایا، مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ کہ آپ تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔ پھر اُس بدبخت کی دس بُرائیاں گنوائیں کہ وہ بڑا قسمیں کھانے والا ہے، ذلیل ہے، بہت طعنے دینے والا ہے، بہت اِدھر کی اُدھر لگانے والا ہے، بھلائی سے بڑا روکنے والا ہے، حد سے بڑھنے والا گنہگار ہے، درشت خو ہے اور اس پر طرّہ یہ ہے کہ حرامزادہ ہے، اس کی اصل میں خطا ہے، وہ اپنے باپ کا نہیں۔ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ پھر فرمایا سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ۔ کہ ہم اس کی سونڈ پر داغ دیں گے —— اور یہ پیشگوئی یوں پوری ہوئی کہ جنگِ بدر میں ولید بن مغیرہ کی ناک کٹ گئی اور پھر وہ جدھر سے جاتا تھا لوگ کہتے تھے کہ یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ نے کہا تھا کہ اس کی ناک داغی جائے گی

Marfat.com

اور وہ نشان سامنے ہے چنانچہ وہ جو اس کے زنا کی اولاد ہونے کی خبر تھی، وہ بھی لازماً درُست ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے کسی کے اپنے باپ کا بیٹا نہ ہونے کی جو بات قیامت تک چھپائے رکھنے کا انتظام کر رکھا ہے کہ وہاں بھی لوگ اپنی ماؤں کے نام سے پکارے جائیں گے، —— اپنے محبوب کی توہین کے جواب میں استثنائی صورت میں ولید بن مغیرہ کے حرامی ہونے کو نہ چھپایا، بلکہ اس کا اعلان بھی کیا اور اس کے ناک کے بر نشان لگانے کی پیشگوئی درُست کر کے لوگوں پر واضح بھی کر دیا کہ اگر "سنسمہ علی الخرطوم" کی بات درُست نکلی ہے تو اس کے والد الزنا ہونے کی بات بھی درُست ہی ہے۔ یعنی نہ صرف اللہ تعالیٰ نے اُس کے اپنی اصل پر نہ ہونے کا اعلان کیا، بلکہ ثابت بھی کر دیا کہ وہ بے اصل ہے۔

اب صورت یہ ہے کہ حضور محبُوب خالق و مطلوب خلائق (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے خالق کے بھی محبوب ہیں اور مسلمانوں کے لیے بھی اُن کی محبت اصل ایمان ہے۔ اور خالق حقیقی جل جلالہٗ وعم نوالہٗ اپنے محبوبِ پاکؐ کی تعریف بھی کرتا ہے، انہیں نام کے بجائے پیار کے القابات و خطابات سے پکارتا ہے، ان کی بات مانتا ہے اور لوگوں سے اُن کا حکم منوانا چاہتا ہے، ان کی تکلیف کو برداشت نہیں کرتا، ان کی رضا چاہتا ہے، ان کے دوستوں اور نام لیواؤں کو اچھا سمجھتا ہے، دوسروں کو یقین دلاتا ہے کہ اس کے محبُوبِ پاک سب سے اچھے ہیں، برداشت نہیں کرتا کہ کوئی حضورؐ کی توہین کرے اور اگر کسی نے اس حرکت کا ارتکاب کیا تو اللہ نے اُس کے خلاف کہا بھی اور کیا بھی۔

اللہ کی اس سُنت پر صحابہ کرامؓ نے پوری طرح عمل کیا اور محبت کے سب تقاضوں کو نبھایا۔ مثلاً عاص بن ہشام بن مغیرہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کا سگا ماموں تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا تھا۔ فارقِ حق و باطلؓ نے جنگ بدر میں اُس کے ایسی تلوار ماری کہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی جبڑے تک اُتر گئی۔ اس طرح صحابیٔ رسولؐ نے محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حق ادا کیا۔ اسی غزوے میں حضرت ابو حذیفہؓ

اپنے کافر باپ عتبہ بن ربیعہ کے مقابلے کے لیے نکلے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باپ کے مقابلے میں جانے کی اجازت نہ دی اور عتبہ حضرت حمزہ رض کی تلوار سے قتل ہُوا (سیرت ابن ہشام)، ام المومنین حضرت ام حبیبہ رض کے والد ابُوسفیان صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ آئے، اپنی بیٹی سے ملنے گئے اور بستر پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہ رض نے بستر اُلٹ دیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کے حبیبؐ کا پاک بستر ہے اور تم مشرک ہونے کی وجہ سے ناپاک ہو" اس لیے تم اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ (صحابہ کا عشقِ رسولؐ از صُوفی محمد اکرم رضوی)

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رض سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی بیوی جس سے اس کے دو بیٹے بھی تھے، حضور علیہ التحیۃ والصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی۔ وہ نابینا منع کرتا تھا، مگر وہ باز نہ آتی تھی۔ آخر ایک دن اس نے چھُرا اُس کے پیٹ میں بھونک کر اسے ہلاک کر دیا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں معاملہ پیش ہُوا۔ نابینا نے ساری بات سُنائی تو حضورؐ نے فیصلہ فرمایا کہ اس عورت کا خُون رائیگاں ہے یعنی قصاص وغیرہ کچھ نہیں لیا جائے گا (سننِ ابو داؤد۔ کتاب الحدود)

آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص حضور رسول کریم علیہ التحیۃ والصلوٰۃ والتسلیم کی توہین کا مرتکب ہو، اس کا خُون اسلام میں جائز ہے اور اس کا کوئی قصاص نہیں۔

کعب ابن زہیر نے حالتِ کُفر میں حضورؐ کی ہجو کہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حُکم دے دیا۔ پھر وہ دربارِ مصطفویؐ میں حاضر ہو گئے اور اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" پیش کیا جس پر حضورؐ نے انہیں معاف فرما دیا۔ قصیدے کے تین شعر دیکھیے:

نبئت اَن رسول اللہ اوعدنی
والعفو عند رسول اللہ مأمول
فقد اتیت رسول اللہ معتذرًا
والعذر عند رسول اللہ مقبول

ان الرسول لنور یستضاء بہ

مھند من سیوف اللہ مسلول (سیرت ابن ہشام)

یعنی مجھے معلوم ہوا کہ رسولِ خدا نے میرے قتل کی وعید فرمائی ہے اور رسولِ خدا کے یہاں عفو و درگزر کی بھی اُمید ہے۔ تو میں رسولِ خدا کے یہاں معذرت کیساتھ حاضر ہو گیا ہوں اور معذرت رسول اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ بے شک رسول ایسے نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور وہ خدا کی تلواروں میں سے ایک بے نیام تلوار ہیں (آخری شعر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضور سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس شعر میں اصلاح فرمائی)

قرآنِ پاک میں خداوندِ دوجہاں کے فرمودات اور احادیث پاک میں حضور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے ارشادات سے اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ شخص جسے ایمان کا دعویٰ ہے۔ اس کے لیے حضور علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبت نہ صرف ضروری ہے بلکہ سب محبتوں سے بڑھ کر ضروری ہے اور اس محبت کے تقاضے یہ ہیں کہ آقا حضور کی ہر صبح و مسا تعریف کی جائے، ان کا حکم مانا جائے، ان کی رضا جوئی میں زندگی گزاری جائے، ان کے دوستوں اور ماننے والوں اور ان سے محبت کرنے والوں کو اچھا سمجھا جائے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاں ناموسِ مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثنا) کی حفاظت کا مسئلہ آن پڑے، جہاں کوئی خرِ نا مشخص ان کی توہین و تضحیک کا ارتکاب کر بیٹھے، جہاں ان کی مخالفت کا شائبہ بھی نظر آجائے، وہاں حمیتِ دینی اور تقاضائے محبت کے باعث مومن اپنی جان کی بازی لگادے اور حضور کی شان میں ذراسی گستاخی کرنے والے کا قلع قمع کر دے۔ ناموسِ مصطفےٰ کی حفاظت کے لیے جانثاری اور جاں سپاری کے واقعات تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔ کسی بھی دور میں کسی بدبخت نے اہانتِ رسول کا جرم کیا، اسے سزا دینے کے لیے کوئی نہ کوئی مومن اُٹھ کھڑا ہوا۔

Marfat.com

# اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور اہلِ ایمان کا وظیفہ

اللہ کریم جل وعلا کا ارشادِ گرامی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo (بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں۔ مسلمانو! ان پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام عرض کرو)

حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل ابن کثیر القرشی الدمشقی اس آیۂ کریمہ کے نزول کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مقصود اس آیۂ شریفہ سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت، عزت اور مرتبت لوگوں کی نگاہوں میں قائم ہو جائے اور وہ جان لیں کہ خود خدا تعالیٰ آپؐ کا ثنا خواں ہے اور اس کے فرشتے آپؐ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ ملاءِ اعلیٰ کی یہ خبر دے کر اب زمین والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی درود و سلام بھیجا کرو تا کہ عالمِ علوی اور عالمِ سفلی کے لوگوں کا اس پر اجماع ہو جائے۔"[۲]

پیر محمد کرم شاہ الازہری کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر بتایا کہ یہ میرا حبیب اور میرا پیارا رسولؐ وہ ہے جس کی وصف و ثنائیں اپنی زبانِ قدرت سے کرتا ہوں اور میرے سارے ان گنت فرشتے اپنی نورانی اور پاکیزہ زبانوں

سے اس کی جناب میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہیں"۔ ۳

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی سیاق وسباق کے حوالے سے اس آیت کی شانِ نزول بیان کرتے ہیں "وقت وہ تھا جب دشمنانِ اسلام اس دینِ مبین کے فروغ پر اپنے دل کی جلن نکالنے کے لیے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خلاف الزامات کی بوچھاڑ کر رہے تھے اور اپنے نزدیک یہ سمجھ رہے تھے کہ اس طرح کیچڑ اچھال کر وہ آپؐ کے اس اخلاقی اثر کو ختم کر دیں گے جس کی بدولت اسلام اور مسلمانوں کے قدم روز بروز بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ ان حالات میں یہ آیت نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو یہ بتایا کہ کفار و مشرکین اور منافقین میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو بدنام کرنے اور نیچا دکھانے کی جتنی چاہیں، کوشش کر دیکھیں، آخر کار وہ منہ کی کھائیں گے، اس لیے کہ میں اس پر مہربان ہوں اور ساری کائنات کا نظم ونسق جن فرشتوں کے ذریعے سے چل رہا ہے، وہ سب اُس کے حامی اور ثنا خواں ہیں۔ وہ (کفار) اس کی مذمت کر کے کیا پا سکتے ہیں جبکہ میں اس کا نام بلند کر رہا ہوں اور میرے فرشتے اس کی تعریفوں کے چرچے کر رہے ہیں۔ وہ اپنے اوچھے ہتھیاروں سے اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں جبکہ میری رحمتیں اور برکتیں اس کے ساتھ ہیں۔" ۴

مسلمانوں کے لیے درود وسلام کے اُس اُلوہی حکم کا سبب مولانا اشرف علی تھانوی یوں بیان کرتے ہیں "تاکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا حقِ عظمت جو تمہارے ذمے ہے، ادا ہو"۔ ۵

مولانا مفتی محمد شفیع "معارف القرآن" میں لکھتے ہیں "اصل مقصود آیت کا، مسلمانوں کو یہ حکم دینا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کریں، مگر اس کی تعبیر وبیان میں اس طرح فرمایا کہ پہلے حق تعالیٰ نے خود اپنا اور اپنے فرشتوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عملِ صلوٰۃ کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد

عام مؤمنین کو اس کا حکم دیا۔ جس میں آپ کے شرف اور عظمت کو اتنا بلند فرما دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جس کام کا حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے، وہ کام ایسا ہے کہ خود حق تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں تو عام مؤمنین جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے شمار ہیں، ان کو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہیے۔ اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود و سلام بھیجنے والے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس کام میں شریک فرمایا جو حق تعالیٰ خود بھی کرتے ہیں اور اس کے فرشتے بھی۔"[۶]

محمد شریف قاضی آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے بیان میں اس آیت کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں "حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات تمام نوعِ انسانی پر بے حد و حساب ہیں۔ ان کا حق ادا کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ایک طرف آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کا پورے خلوص سے اتباع کیا جائے ، دوسری طرف آپؐ کی ذاتِ اقدس پر کثرت سے درود و سلام بھیجا جائے۔"[۷]

مولانا امین احسن اصلاحی سورۂ الاحزاب کی اس آیۂ مبارکہ کے سلسلے میں رقمطراز ہیں۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء و آزار پہنچانے کے بجائے اہلِ ایمان کو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے معاملے میں جو رویّہ اختیار کرنا چاہیے، یہ اس کی ہدایت ہے۔ فرمایا کہ اللہ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اہلِ ایمان کے لیے بھی صحیح روش، خدا اور اس کے فرشتوں سے ہم آہنگ اور ہم رنگ، یہی ہے کہ وہ بھی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام بھیجیں۔"[۸]

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی فرماتے ہیں کہ یہ "آیت ماہِ شعبان میں اتری تھی اسی وجہ سے اس مہینے کو ماہِ صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔"[۹]

اس آیۂ مبارکہ میں فعلِ صلوٰۃ کے تین فاعل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے خداوندِ قدوس وکریم کے درود بھیجنے کا ذکر ہے۔ جب درود بھیجنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا کیا معنیٰ ہوتا ہے؟ علامہ آلوسی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے ذکر کو بلند کر کے اس کے دین کو غلبہ دے کر اور اس کی شریعت پر عمل برقرار رکھ کے اس دنیا میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عزت وشان بڑھاتا ہے اور روزِ محشر اُمت کے لیے حضورؐ کی شفاعت قبول فرما کر اور حضورؐ کو بہترین اجر و ثواب عطا کر کے اور مقامِ محمود پر فائز کرنے کے بعد اوّلین اور آخرین کے لیے حضورؐ کی بزرگی کو نمایاں کر کے اور تمام مقربین پر حضورؐ کو سبقت بخش کر حضورؐ کی شان کو آشکارا فرماتا ہے۔" [۱۱]

بخاری شریف میں حضرت ابو العالیہؓ سے روایت ہے کہ خدا کا اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجنا اپنے فرشتوں کے سامنے آپ کی ثنا و صفت بیان کرنا ہے۔ [۱۱]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی "مدارج النبوت" میں لکھتے ہیں: "ابو العالیہ نے جو کہ تابعین میں سے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حق تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کے یہ معنیٰ لیے ہیں کہ حق تعالیٰ کا فرشتوں کے سامنے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ثنا کرنا اور اس کی بزرگی بیان فرمانا ہے۔" [۱۲]

محمد شریف قاضی اس آیۂ کریمہ کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ "صلوٰۃ کا لفظ جب علیٰ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے تین معنیٰ ہوتے ہیں۔ ایک، کسی پر مائل ہونا، اس کی طرف محبت کے ساتھ متوجہ ہونا اور اس پر جھکنا۔ دوسرے، کسی کی تعریف کرنا۔ تیسرے، کسی کے حق میں دعا کرنا۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جائے تو

Marfat.com

ظاہر ہے کہ تیسرے معنی میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ کا کسی اور کے لیے دعا کرنا قطعی ناقابل تصور ہے۔ اس لیے لامحالہ وہ صرف پہلے دو معنوں میں ہو گا۔"[۱۳]

مفتی محمد شفیع حضرت ابوالعالیہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم دنیا میں تو یہ ہے کہ آپؐ کو بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ اکثر مواقع، اذان واقامت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپؐ کا ذکر شامل کر دیا ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے دین کو دنیا میں پھیلا دیا اور غالب کیا اور آپؐ کی شریعت پر عمل قیامت تک جاری رکھا۔ اس کے ساتھ آپ کی شریعت کو محفوظ رکھنے کا ذمہ حق تعالیٰ نے لے لیا ہے اور آخرت میں آپؐ کی تعظیم یہ ہے کہ آپ کا مقام تمام خلائق سے بلند و بالا کیا اور جس وقت کسی پیغمبر اور فرشتے کو شفاعت کی مجال نہ تھی، اس حال میں آپ کو مقام شفاعت عطا فرمایا جس کو مقام محمود کہا جاتا ہے۔"[۱۴]

سورۃ الاحزاب کی اس آیۂ کریمہ (نمبر ۵۶) کے پہلے حصے کو مولانا ابوالکلام آزاد بھی مقام محمود کی خبر کہتے ہیں۔ اور اسے دنیا و آخرت دونوں کے لیے قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ "مقام محمود سے مقصود ایسا درجہ ہے جس کی عام طور پر ستائش کی جائے حسن و کمال کا ایسا مقام جہاں پہنچ کر محمودیت خلائق کی عالمگیر اور دائمی مرکزیت قائم ہو جائے گی۔ کوئی عہد ہو، کوئی ملک ہو اور کوئی نسل ہو لیکن کروڑوں دلوں میں اس کی ستائش ہو گی۔ یہ مقام انسانی عظمت کی انتہا ہے۔ اس سے زیادہ اونچی جگہ اولادِ آدم کو نہیں مل سکی۔ انسان کی سعی و ہمت ہر طرح کی بلندیوں تک اڑ کر جا سکتی ہے لیکن یہ بات نہیں پا سکتی کہ روحوں کی ستائش اور دلوں کی مداحی کا مرکز بن جائے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام کا ایک مشہود و معاملہ ہو گا جو قیامت کے دن پیش آئے گا جبکہ اللہ کی حمد و ثنا کا علم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بلند کریں گے اور بلاشبہ محمودیت کا مقام دنیا و آخرت دونوں کے لیے ہے۔ جو ہستی یہاں محمودِ خلائق

Marfat.com

ہے، وہاں بھی محمود و ممدوح ہو گی"۔ [۱۵]

مولانا شبیر احمد عثمانی تفسیری حاشیہ میں لکھتے ہیں "اللہ بھی نبی کریم صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپؐ کی ثنا اور اعزاز و اکرام کرتا ہے"۔ [۱۶] مولانا مودودی کہتے ہیں: "اللہ کی طرف سے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپؐ پر بے حد مہربان ہے، آپؐ کی تعریف فرماتا ہے، آپؐ کے کام میں برکت دیتا ہے، آپؐ کا نام بلند کرتا ہے اور آپؐ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے"۔ [۱۷] مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ کا رحمت بھیجنا تو رحمت فرمانا ہے اور مراد اس سے رحمتِ مشترکہ نہیں ہے کہ اس سے اختصاصِ مقصود ثابت نہیں ہوتا، بلکہ رحمتِ خاصہ ہے جو آپؐ کی شانِ عالی کے مناسب ہے"۔ [۱۸] مولانا عبدالماجد دریا بادی اپنے تفسیری حاشیے میں بہت اختصار سے کام لیتے ہیں کہ "اللہ کا رحمت بھیجنا تو ظاہر ہی ہے"۔ [۱۹]

زیرِ نظر آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے ساتھ ساتھ اللہ کے فرشتوں کے درود بھیجنے کی خبر بھی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ جو رحمتِ خاصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کریم فرماتا ہے، فرشتوں کا درود اللہ کی اسی رحمتِ خاصہ کے لیے دعا ہے"۔ [۲۰] مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپؐ کی ثنا اور اعزاز و اکرام کرتا ہے، اسی طرح فرشتے بھی بھیجتے ہیں"۔ [۲۱] پیر محمد کرم شاہ کہتے ہیں کہ "جب اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو صلوٰۃ کا معنی دعا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے پیارے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لیے دست بدعا ہیں"۔ [۲۲] "تفہیم القرآن" میں ہے "ملائکہ کی طرف سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپؐ سے غایت درجے کی محبت رکھتے ہیں اور آپؐ کے حق میں اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپؐ کو زیادہ سے زیادہ بلند مرتبے عطا فرمائے، آپ کے دین کو سربلند کرے، آپؐ کی شریعت کو فروغ بخشے اور آپ کو مقامِ محمود پر پہنچائے"۲۳

مولانا عبد الماجد دریا بادی کہتے ہیں کہ "بندوں یعنی فرشتوں اور انسانوں کی صلوٰۃ بھیجنے کے معنی یہ ہیں کہ انہیں حکم مل رہا ہے کہ رسولؐ پر اُس رحمتِ خاص کی دعا کرتے اور اسے ان کے حق میں طلب کرتے رہیں۔ اسی کو ہماری زبان میں درود بھیجنا کہتے ہیں"۲۴

"فتح الباری" میں ہے کہ صلوٰۃ الملائکہ کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ سے اس کی رحمت طلب کی جائے اور مقصد طلب الزیادت ہے، طلب اصل الصلوٰۃ نہیں ۲۵

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اللہ تعالیٰ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے حوالے سے تحریر فرمایا "انبیاء علیہم السلام کی صلوٰۃِ خدا، ان کی ثنا و تعظیم ہے جو ہر ایک کے حال کے لائق ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ان سب میں اخص اور افضل ہو گی"۔ ۲۶ مبرد کے حوالے سے شیخ کہتے ہیں کہ "صلوٰۃِ خدا، رحمتِ الٰہی ہے اور صلوٰۃِ ملائکہ ان کی وہ رقت ہے جو طلبِ رحمت کے باعث ہوتی ہے"۔ ۲۷

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے پہلے تو یہ خبر دی کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، پھر اہلِ ایمان کو حکم دیا کہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود و سلام کے گجرے پیش کریں۔ مفسرین نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے احادیثِ مبارکہ نقل کی ہیں۔ ابنِ کثیر نے تو اس کا خاص اہتمام کیا ہے۔ چونکہ اللہ اور اس کے فرشتوں کے ذکر میں تو صرف درود بھیجنے کا ذکر تھا، مسلمانوں کو حکم دیتے ہوئے "صَلُّوْا عَلَيْهِ" کے ساتھ "وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" بھی کہا گیا۔ یعنی یہاں درود کے ساتھ ساتھ سلام بھی پیش کرنا ضروری ٹھہرا بلکہ درود سے

بھی زیادہ زور سلام پر دیا گیا ـــــ اس لیے مفسرین نے درود کے ساتھ سلام کی بات بھی کی ہے۔ حضرت کعبؓ بن عجرہ کی روایت بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی، سننِ دارمی، سننِ نسائی اور سننِ ابنِ ماجہ میں ـــــ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت بخاری شریف، سننِ نسائی، سننِ ابن ماجہ میں ـــــ ابو مسعود انصاریؓ کی روایت سنن دارمی میں ـــ حضرت طلحہؓ کی روایت سننِ نسائی اور کنز العمال میں ـــ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سننِ ابنِ ماجہ میں ـــ حضرت بریدہ خزاعیؓ کی روایت مسند امام احمد بن حنبل میں اور حضرت عقبیٰ بن عمروؓ کی روایت مستدرک حاکم[28] میں موجود ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ کو سلام کیسے پیش کریں۔ یہ فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں ـــ ـــ مفسرین لکھتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ نے جو یہ عرض کیا کہ آپ کی بارگاہ میں سلام کس طرح پیش کرنا ہے، اس کا تو ہمیں علم ہے، ـــ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو سلام تشہد میں پڑھا جاتا ہے یعنی "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ" اس کا علم تو صحابۂ کرامؓ کو پہلے تھا، درود کے بارے میں بعد میں پوچھ لیا[29] اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ درودِ پاک انہیں وہ پسند ہے جس میں ان کے آبار کا اور آل کا ذکر ہے، یعنی درودِ ابراہیمی۔[30]

سب کتابوں میں "سلام" کی یہی صورت لکھی ہے کہ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ" لیکن بعض حضرات نے اب اس میں ندائیہ صیغہ "اَيُّهَا" کو تبدیل کر کے "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ" کر دیا ہے۔[31] اس صورتِ حال پر سید محمد ہاشم افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں "بعض غیر مقلدین آج کل "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" اختیار کرتے ہیں۔ خدا معلوم ان کا یہ فعل کن جذبات کی طرف اشارہ کر رہا ہے مگر روایتِ مشہورہ سے

علٰحدگی اور کسی ایک بیان کا اصل روایت میں اندراج و اضافہ جس کی کسی دوسری صحیح روایت سے تائید نہیں ہو رہی ہو اور یہ اضافہ صرف صریح تعلیم نبوی کے خلاف ہو اور منشاءِ قرآنی سے الگ ہو کر اختیار کرنا غیر مقلد کی شان تو ہو سکتی ہے، کسی اہلِ حدیث کا مذہب نہیں ہو سکتا۔" ۳۲

علامہ حافظ عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "اب رہا سلام۔ سو اس کے بارے میں شیخ ابو محمد جوینی فرماتے ہیں کہ یہ بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے۔ پس غائب پر اس کا استعمال نہ کیا جائے۔ اور جو نبی نہ ہو اس کے لیے خاصۃً اسے بولا بھی نہ جائے۔ ۔ ۔ ۔ ہاں جو سامنے موجود ہو، اس سے خطاب کر کے سلامٌ علیک یا سلامٌ علیکم یا السلام علیک یا علیکم کہنا جائز ہے، اور اس پر اجماع ہے۔" ۳۳ مفتی احمد یار خاں نعیمی اس کی مزید توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیشہ حیات النبی ہیں اور سب کا درود و سلام سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں۔ کیونکہ جو جواب نہ دے سکے، اسے سلام کرنا منع ہے۔ جیسے نمازی، سونے والا" ۳۴

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تو سیدھی سی بات فرمائی کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور اُن کی خدمت میں خوب خوب سلام عرض کرو۔ لیکن بعض مفسرین اس ضمن میں بہت دور کی کوڑی لانے لگے ہیں۔ مثلاً غلام احمد پرویز فرماتے ہیں "جو مومن اس مقصدِ عظیم (لوگوں کو ظلمات سے نکالنا اور روشنی میں لانا) کے حصول کی خاطر جدوجہد کرتے ہیں، اللہ اور اس کے فرشتوں کی تائید و نصرت ان کے شاملِ حال ہوتی ہے۔ اس کا نام درود و صلوٰۃ ہے۔ یہی تائید و نصرت جس سے مقصد ظلمات (طاغوتی نظام) سے نور (نظامِ خداوندی) کی طرف لے جانا ہے، نبیٔ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حاصل تھی جنہوں نے اپنے اُسوۂ مقدسہ سے یہ بتایا کہ اس صفحۂ ارض پر اللہ کی حکومت

Marfat.com

کس طرح قائم ہوتی ہے۔ اسی تائید و نصرت کی تاکید جماعتِ مومنین سے کی گئی ہے یعنی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس مقصدِ جلیلہ کے حصول اور اس کے بعد اس کے استحکام کے لیے عملی جد و جہد ——— یہ ہے درود کا صحیح مفہوم، تاکہ انسانیت ہر طاغوتی نظام سے نجات حاصل کر کے خدا کی حکومت کے تابع زندگی بسر کر سکے"۔ ۳۵

مولانا اشرف علی تھانوی اہلِ ایمان کے اپنے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرنے کے اس حکمِ خداوندی کے متعلق کہتے ہیں "..... اسی طرح جس رحمت بھیجنے کا حکم ہے، اس سے مراد اس رحمتِ خاصہ کی دعا کرنا ہے اور اسی کو ہمارے محاورے میں درود کہتے ہیں اور اس دعا کرنے سے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مراتبِ عالیہ میں بھی ترقی ہو سکتی ہے کیونکہ ترقی کی کوئی حد نہیں"۔ ۳۶

مولانا تھانوی مسلمانوں کی طرف سے درود پیش کرنے کو رحمتِ خاصہ کی دعا کرنا ٹھہراتے ہیں جس سے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مراتبِ عالیہ میں بھی ترقی ہو سکتی ہے۔ لیکن مفتی محمد شفیع کہتے ہیں "لفظِ صلوٰۃ کے اس جگہ ایک ہی معنیٰ لیے جائیں، یعنی آپ کی تعظیم اور مدح و ثنا اور خیر خواہی۔ پھر یہ معنیٰ جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوں تو اس کا حاصل رحمت ہوگا، اور فرشتوں کی طرف منسوب ہوں تو دعا و استغفار ہوگا، عام مومنین کی طرف منسوب کیا جائے تو دعا اور مدح و ثنا و تعظیم کا مجموعہ ہوگا"۔ ۳۷

مولانا محمد رمضان محقق النوری نے تفسیر قرطبی (ص ۲۳۔ جلد ۱۴) شفا شریف اور اس کی شرح قاری و خفاجی (ص ۴۵۴۔ جلد ۳) کے حوالے سے جلاء الافہام (ص ۲۹۰) کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ اَثْنُوْا عَلَیْہِ فِیْ صَلٰوتِکُمْ وَمَسَاجِدِکُمْ وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا اپنی نمازوں اور اپنی مسجدوں اور ہر مقام میں کرو"۔ ۳۸

ابو الارشاد بشیر احمد بیگ نے بھی مومنین کی طرف سے اپنے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والثنا کی بارگاہ میں درود بھیجنا سرکارؐ کی تعظیم اور اظہارِ عقیدت کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اسے درود بھیجنے والوں ہی کے لیے فائدہ مند قرار دیا ہے۔ [۳۹]

مولانا مودودی آیۂ کریمہ کے اس حصے کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: "تم جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے، اس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے تمھیں علم کی روشنی دی۔ تم اخلاق کی پستیوں میں گرے ہوئے تھے، اس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے تمھیں اٹھایا اور اس قابل بنایا کہ آج محسودِ خلائق بنے ہوئے ہو، تم وحشت اور حیوانیت میں مبتلا تھے، اس شخص (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے تم کو بہترین انسانی تہذیب سے آراستہ کیا۔ کفر کی دنیا اسی لیے اس شخص (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر خار کھا رہی ہے کہ اس نے تم پر یہ احسانات کیے، ورنہ اس نے کسی کے ساتھ ذاتی طور پر کوئی بُرائی نہ کی تھی۔ اس لیے اب تمہاری احسان شناسی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ جتنا بُغض وہ اس خیرِ مجسّم کے خلاف رکھتے ہیں، اُسی قدر بلکہ اس سے زیادہ محبّت تم اس سے رکھو۔ جتنی وہ اس سے نفرت کرتے ہیں، اتنے ہی بلکہ اس سے زیادہ تم اس کے گرویدہ ہو جاؤ۔ جتنی وہ اس کی مذمت کرتے ہیں، اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ تم اس کی تعریف کرو۔" [۴۰]

صاحب "ضیاء القرآن" بھی مسلمانوں کی طرف سے درود کو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفعتِ شان کے لیے دعا قرار دیتے ہیں۔ [۴۱]

مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت سے سامنے آنے والی ایسی حقیقتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے (جو نگاہ میں رکھنے کی ہیں) کہتے ہیں "جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں، وہ نبی صلعم [۴۲] پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ خدا اور اس کے فرشتوں کی ہم نوائی کر کے وہ اپنے کو سزاوارِ رحمت بناتے ہیں۔" [۴۳]

مولانا مودودی کے نزدیک صلوٰۃِ مومنین کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرویدہ ہونا، ان کی مدح وثنا کرنا اور اُن کے لیے دعا کرنا ہے۔ لکھتے ہیں "صلوٰۃ کا لفظ علیٰ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے تین معنیٰ ہوتے ہیں، ایک کسی پر مائل ہونا، اس کی طرف محبت کے ساتھ متوجہ ہونا اور اُس پر جھکنا۔ دوسرے، کسی کی تعریف کرنا۔ تیسرے، کسی کے حق میں دعا کرنا۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جائے گا تو ظاہر ہے کہ تیسرے معنیٰ میں نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ کا کسی اور سے دعا کرنا قطعاً ناقابلِ تصور ہے۔ اس لیے لامحالہ وہ صرف پہلے دو معنوں میں ہوگا۔ لیکن جب یہ لفظ بندوں کے لیے بولا جائے گا، خواہ وہ فرشتے ہوں یا انسان، تو وہ تینوں معنوں میں ہوگا۔ اس سے محبت کا مفہوم بھی ہوگا، مدح وثنا کا مفہوم بھی اور دعائے رحمت کا مفہوم بھی۔ لہٰذا اہلِ ایمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں "صَلُّوا عَلَيْهِ" کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم اُن کے گرویدہ ہو جاؤ، ان کے مدح وثنا کرو اور ان کے لیے دعا کرو۔" ۴۴

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہد اور شہید مفتی عنایت احمد کاکوروی درود وسلام کے موضوع پر اپنی تالیف کے آغاز میں فرماتے ہیں "اس نے مسلمانوں کو بہ لفظ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" خطاب کر کے درود وسلام بھیجنے کا بتاکید حکم دیا ——— اس کی مثال یہ ہے ایک بادشاہ کو اپنے کسی امیر کی تعظیم کرانی اپنے سب تابعین سے منظور ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ صرف حکم دے کہ تم فلاں کی تعظیم کرو۔ اور دوسرے یہ کہ بادشاہ خود اس امیر کی تعظیم کرے اور اپنے امرائے مقربین سے تعظیم کرائے۔ بعد اس کے سب رعایا وتابعین پر یہ بات بتاکید ظاہر کرے کہ ہم اور مقربین ہمارے فلاں امیر کی تعظیم کرتے ہیں۔ پھر بتاکید تمام حکم دے کہ تم سب اس کی تعظیم کرو۔" ۴۵

Marfat.com

برِ صغیر پاک و ہند میں موجود مسلمانوں کے لیے، اردو زبان میں ملنے والی تفاسیر کے حوالے سے یہ گفتگو اُن پر جہاں اس آیۂ کریمہ کا مفہوم واضح کر دے گی، وہاں شاید یہ بھی ظاہر کر دے کہ مفسّرین نے اس آیت کے مفاہیم و معانی کو ادا کرنے میں دل یا دماغ کے کون کون سے گوشوں کو استعمال کیا ہے اور کہاں کہاں اس آیۂ مبارکہ کے معلوم و معروف مطالب سے بوجوہ صرفِ نظر کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ کریم ہمیں محبتِ رسول ﷺ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دولت سے مالا مال کر دے کہ یہی ایمان کی بنیاد ہے۔

## حواشی:

(۱) الاحزاب ۔ ۳۳ : ۵۶ (۲) تفسیر ابنِ کثیر (اردو ترجمہ از ابو محمد جوناگڑھی) جلد چہارم
ص ۲۹۷ (۳) ضیاء القرآن ۔ جلد چہارم ۔ ص ۸۰ (۴) تفہیم القرآن ۔ جلد چہارم ۔
ص ۱۲۳، ۱۲۴ (۵) بیان القرآن ۔ جلد ۹ ۔ ص ۶۳ (مطبوعہ مطبع مجتبائی) ۔ (۶)
معارف القرآن ۔ جلد ہفتم ۔ ص ۲۲۱ (۷) محمد شریف قاضی ۔ اُسوۂ حسنہ ۔ ص ۱۵۰ (۸)
تدبّرِ قرآن ۔ جلد ششم ۔ ص ۲۶۷ (۹) یوسف بن اسمٰعیل نبہانی ۔ الانوار المحمدیہ (ترجمہ
پروفیسر غلام ربّانی عزیز) مکتبہ نبویّہ، لاہور ۔ ص ۵۱۸ (۱۰) ضیاء القرآن ۔ جلد چہارم
ص ۸۹ (۱۱) تفسیر ابنِ کثیر ۔ جلد چہارم ۔ ص ۲۹۷ / ضیاء القرآن ۔ جلد چہارم ۔ ص ۸۰ /
معارف القرآن ۔ جلد ہفتم ۔ ص ۲۲۲ / انوارِ محمدیہ (علامہ نبہانی) ص ۵۱۸ (۱۲) مدارج النبوت
حصہ اول (اردو ترجمہ از مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی) ص ۵۵۰ (۱۳) اُسوۂ حسنہ
ص ۱۵۰ (۱۴) معارف القرآن ۔ جلد ہفتم ۔ ص ۲۲۲ (۱۵) ترجمان القرآن ۔ جلد دوم ۔
ص ۳۶۴، ۳۶۵ / ترجمان القرآن ۔ جلد سوم ۔ ص ۴۱ (۱۶) قرآن شریف مترجم (ترجمہ
از مولانا محمود حسن دیوبندی) مطبوعہ ناشرانِ قرآن، لاہور ۔ ص ۵۵۲ ۔ (۱۷)
تفہیم القرآن ۔ جلد چہارم ۔ ص ۱۲۳ (۱۸) بیان القرآن ۔ جلد ۹ ۔ ص ۶۳ (۱۹)

Marfat.com

القرآن الحکیم (ترجمہ و تفسیر از مولانا عبد الماجد دریا بادی) مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، ص ۵۵۵
(۲۰) بیان القرآن۔ جلد نہم۔ ص ۶۳ (۲۱) قرآن شریف مترجم (ترجمہ از مولانا محمود حسن دیو بندی) ص ۵۵۲ (۲۲) ضیاء القرآن۔ جلد چہارم۔ ص ۸۹ (۲۳) تفہیم القرآن۔ جلد چہارم۔ ص ۱۲۳ (۲۴) القرآن الحکیم (ترجمہ و تفسیر از مولانا عبد الماجد دریا بادی) ص ۸۵۵ (۲۵) انوارِ محمدیہ۔ ص ۵۱۸ (۲۶) مدارج النبوت۔ ص ۵۵۸
(۲۷) ایضاً (۲۸) برکت علی لودھیانوی، ابو انیس محمد۔ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ ص ۲۲ ۔ ۳۹ (۲۹) تفسیر ابنِ کثیر۔ جلد چہارم۔ ص ۲۹۸/ تفہیم القرآن۔ جلد چہارم۔ ص ۱۲۵/ قرآن شریف مترجم (فوائد از مولانا شبیر احمد عثمانی) ص ۵۵۲/ صحیح مسلم بحاشیہ نووی۔ ص ۱۷۵/ منظور نعمانی، مولانا محمد۔ معارف الحدیث جلد سوم۔ ص ۲۹۸/ سعید شبلی، مولانا محمد۔ احسن الکلام فی فضائل الصلوٰۃ والسلام۔ ص ۱۰
(۳۰) ابنِ کثیر۔ جلد چہارم۔ ص ۲۹۸/ قرآن شریف مترجم (فوائد از مولانا شبیر احمد عثمانی) ص ۵۵۲/ معارف القرآن۔ جلد ہفتم۔ ص ۲۲۳/ انوارِ محمدیہ۔ ص ۵۲۱/ سید محمد ہاشم، مولانا، فضائلِ درود و سلام۔ ص ۳۵ (۳۱) مثلاً مہتاب کمپنی، لاہور کے شائع کردہ قرآن مجید کے تفسیری حاشیے "فوائد سلفیہ المسمّٰی بہ اشرف الحواشی" میں "شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدہٗ الفلاح" نے یہی کیا ہے۔ ص ۵۱ (۳۲) سید محمد ہاشم۔ فضائلِ درود و سلام ص ۴۷، ۴۸ (۳۳) تفسیر ابنِ کثیر۔ جلد چہارم۔ ص ۳۰۵ (۳۴) تفسیر نور العرفان مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ ص ۶۷۹ (۳۵) پرویز، غلام احمد۔ معارف القرآن، جلد سوم (تاریخِ رسالت) مطبوعہ رتن پریس دہلی، ناشر معارف القرآن، نئی دہلی۔ ص ۲۵۸
(۳۶) تفسیر بیان القرآن (جلد ۹) مطبوعہ مطبع مجتبائی۔ ص ۶۳ (۳۷) معارف القرآن جلد ہفتم۔ ص ۲۲۲ (۳۸) محمد رمضان محقق النوری، مولانا۔ اذان اور درود و سلام. جماعت اہلِ سنت، حویلی لکھا۔ ص ۵ (۳۹) الجامعہ (ماہنامہ) جامعہ محمدی شریف

(جنگ)، شوال ۱۴۰۱ھ۔ ص ۵۹ (مضمون "درود شریف کے فضائل و برکات") (۴۰)
تفہیم القرآن۔ جلد چہارم۔ ص ۱۲۴ (۴۱) ضیاء القرآن۔ جلد چہارم۔ ص ۸۹ (۴۲)
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۴۳) تدبرِ قرآن۔ جلد ششم۔ ص ۲۶۷ (۴۴) تفہیم القرآن
جلد چہارم۔ ص ۱۲۴ (۴۵) عنایت احمد کاکوروی، مفتی۔ فضائلِ درود و سلام ص ۱۲، ۱۳
(۴۶) مشہور حدیث پاک (عن انس رضی اللہ عنہ بن مالک) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے نزدیک اُس کے باپ،
اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" (بخاری)

Marfat.com

# صلّی اللّٰہ علیک وسلّم

میرے پیمبر میرے مولا صلّی اللّٰہُ علیکَ وسلّم
میں ہُوں گداگر میرے مولا صلی اللہ علیک وسلم

ہاتھ بندھے ہیں اور جُھکا ہے، آپؐ کے دروازے پہ کھڑا ہے
ایک ثنا گر میرے مولا صلی اللہ علیک وسلم

کثرتِ عصیاں سے ہے کالا، پر میں لایا ہُوں یہ چہرہ
اشکوں سے تر میرے مولا صلی اللہ علیک وسلم

دریوزہ گر آپ کا ہُوں میں، بے حیثیّت میرے لیے ہیں۔
سیم و جواہر میرے مولا صلی اللہ علیک وسلم

آپؐ سے ہے اللہ کو اُلفت، میں کیا اور کیا میری محبّت
چاہُوں کیونکر میرے مولا صلی اللہ علیک وسلم

جاں جانی ہے جاں جائے تو، دل میں یہی ہے، موت آئے تو
آپؐ کے در پر میرے مولا صلی اللہ علیک وسلم

رفعتِ عرش کو کم تا ہے طے، آپؐ کی چوکھٹ پر جھکتا ہے
جس جس کا سر میرے مولا صلی اللہ علیک وسلم

آپؐ کی تشریف ارزانی کا، چاروں کوٹ ہوا ہے چرچا
عید ہے گھر گھر میرے مولا صلی اللہ علیک وسلم

مدح کرے محمودؔ سا انساں کیسے جب ہے آپ ثناخواں
آپ کا داور میرے مولا صلی اللّٰہُ علیک وسلم

# درود و سلام کا وجوب اور استحباب

قرآن کریم میں جو احکام دیے گئے ہیں، عموماً ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ حکم دے دیا جاتا ہے۔ وہ کس موقع کے لیے ہے، یہ بات نہیں بتائی جاتی۔ یہ بات حضور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ارشادات اور آپ کے اُسوۂ حسنہ سے واضح ہوتی ہے۔ صلوٰۃ کے قیام کا بار بار حکم دیا گیا لیکن اس کے اوقات کی مکمل تعیین و تفصیل اور اس کا طریق کار قرآن مجید میں بیان نہیں کیا گیا۔ زکوٰۃ ادا کرنے کی اہمیت اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں کی تعریف قرآن پاک میں موجود ہے لیکن ہمیں اس کی تفصیلات و جزئیات کے لیے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمودات سے رہنمائی حاصل کرنا ہوتی ہے۔ اسی طرح روزے فرض کر دیے گئے، یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ کس کس کو رعایت ہے لیکن بہت سی جزئیات ایسی ہیں جن کے متعلق ضروری ہدایات حضور رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جاری فرمائیں۔

قرآن کریم میں مومنوں کو اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ میں درود و سلام پیش کرنے کا حکم دے دیا گیا ہے لیکن یہ وضاحت نہیں فرمائی گئی کہ کب اور کن مواقع پر ایسا کرنا ہے۔ یہ رہنمائی ہمیں احادیث مبارکہ سے لینا پڑتی ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے اجراء سے پہلے یہ اعلان کر کے کہ اللہ اور اس کے فرشتے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، ایک تو اپنے حکم کی اہمیت بتا دی کہ صرف تمھی کو یہ کام کرنے کو نہیں

Marfat.com

کہا جا رہا، ملائکہ مقربین اور خود خالق و مالک حقیقی جل وعلا بھی یہ کام کرتے ہیں۔ دوسرے اس میں یہ اشارہ بھی پنہاں ہے کہ جس طرح اللہ اور اس کے فرشتوں کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنے کے اعلان میں دوام پایا جاتا ہے، اسی طرح اہلِ ایمان بھی درود وسلام پیش کرنے کا کوئی موقع نہ گنوائیں اور احادیثِ مقدسہ میں جس طرح رہنمائی ملے، اس پر عمل کریں۔

زیرِ قلم مضمون میں ہم اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ درود وسلام کی فرضیت اور وجوب کے بارے میں کیا نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" کے تفسیری حاشیے میں یہ کہہ کر بات ختم کردی ہے "درود کے وجوب ہونے پر تو ہر مذہب کے فقہا کا اتفاق ہے لیکن فقہاءِ حنفیہ اور بعض دوسرے ائمہ کی رائے ہے کہ عمر میں ایک بار بھی اگر پڑھ دیا تو فرض ادا ہوگیا۔"[1] لیکن مولانا امین احسن اصلاحی کہتے ہیں کہ اس آیت سے "مقصود درود وسلام کی تکثیر ہے۔ موقع ومحل بھی اس مفہوم کا متقاضی ہے اور آیت کے الفاظ بھی اسی کے شاہد ہیں۔ اس لیے کہ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا میں مصدر تاکید وتکثیر کے مفہوم پر دلیل ہے۔ اس وجہ سے ہم ان فقہا کی رائے کو صحیح نہیں سمجھتے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی کوئی درود پڑھ لے تو اس آیت کا حق ادا ہو جائے گا۔"[2]

صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی کنز الایمان کے تفسیری حاشیے "خزائن العرفان" میں لکھتے ہیں "سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا واجب ہے، ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ ——— اور اس سے زیادہ مستحب ہے، اور نماز کے قعدۂ اخیر میں، بعدِ تشہد درود شریف پڑھنا سنّت ہے۔"[3]

مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی لکھا کہ "صیغہ امر کا نصِ قطعی الثبوت وقطعی الدلالت

یں فرضیت کے لیے ہے اور مقتضی تکرار کو ہے نہیں ،اس لیے عمر بھر میں ایک بار تو فرض ہے جیسا کلمۂ توحید کا تلفظ ایک بار فرض ہے اور جس مجلس میں آپ کا ذکر مبارک ہو، وہاں نظراً إلى الوعید الوارد فی الاحادیث ، و الی الدلائل النافیة للحرج ، ایک بار واجب ہے اور اس سے زیادہ نظراً الی الفضائل مستحب ہے اور نماز میں امام صاحب (حضرت امام ابوحنیفہؒ) کے نزدیک سنت ہے۔" ۴

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ امام صاحب ، امام مالکؒ اور جمہور علما کے مسلک کے مطابق درود عمر میں صرف ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے ۔جس نے کلمۂ شہادت کی طرح ایک دفعہ درود پڑھ لیا ، وہ فریضۂ صلوٰۃ علی النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے سبکدوش ہو گیا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک دوسرے گروہ کے نزدیک ہر دعا میں اس کا پڑھنا واجب ہے ۔کچھ اور لوگ اس کے قائل ہیں کہ جب بھی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا نام آئے ، درود پڑھنا واجب ہے ۔اور ایک گروہ کے نزدیک ایک مجلس میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ذکر خواہ کتنی ہی مرتبہ آئے ، درود پڑھنا بس ایک دفعہ واجب ہے —— اس ساری گفتگو کے بعد مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ "یہ اختلافات صرف وجوب کے معاملہ میں ہیں ۔ باقی رہی درود کی فضیلت اور اس کا موجب اجر و ثواب ہونا ، اور اس کا ایک بہت بڑی نیکی ہونا ، تو اس پر ساری امت متفق ہے۔" ۵

نماز میں درود کی حیثیت کے بارے میں مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ "امام شافعیؒ اس بات کے قائل ہیں کہ نماز میں آخری مرتبہ جب آدمی تشہد پڑھتا ہے ، اس میں صلوٰۃ علی النبی پڑھنا فرض ہے ، اگر کوئی شخص نہ پڑھے گا تو نماز نہ ہو گی ۔ صحابہؓ میں سے ابنِ مسعودؓ ، ابو مسعود انصاریؓ ، ابنِ عمرؓ اور جابرؓ بن عبد اللہ ، تابعین میں سے شعبی ، امام

محمد باقرؒ، محمد بن کعب قرظیؒ اور مقاتل بن حیانؒ اور فقہا میں سے اسحاق بن راہویہؒ کا بھی یہی مسلک تھا، اور آخر میں امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اسی کو اختیار کر لیا تھا۔ ایک اور گروہ نماز میں اس کا پڑھنا مطلقاً واجب قرار دیتا ہے مگر تشہد کے ساتھ اس کو مقیّد نہیں کرتا۔" ۶

مولانا مفتی محمد شفیع تفسیر "معارف القرآن" میں لکھتے ہیں کہ "نماز کے قعدۂ اخیرہ میں صلوٰۃ (درود شریف) سُنت مؤکدہ تو سب کے نزدیک ہے، امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کے نزدیک واجب ہے جس کے ترک سے نماز واجب اعادہ ہو جاتی ہے"۔ ۷

(جسٹس) پیر محمد کرم شاہ نے "ضیاء القرآن" میں اس مسئلے کو سرے سے چھیڑا ہی نہیں کہ درود و سلام کے وجوب کی حدیں کہاں تک ہیں اور استحباب کی کیا صورتیں ہیں۔ انہوں نے درود پاک کے بارے میں بہت سی حدیثیں بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔ "آیت طیبہ اور ان احادیث مبارکہ سے درود شریف کی برکتیں اور فضیلتیں معلوم ہو گئیں۔ ایسا کم فہم اور نادان کون ہو گا جو رحمتوں کے اس خزانے سے اپنی جھولی بھرنے کی کوشش نہ کرے"۔ ۸

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوت میں احادیث مقدسہ کے حوالے سے ان مقامات کا ذکر فرمایا جہاں حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ پر درود بھیجنا وارد ہے ۹ البتہ علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں "بعض کا قول ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ آپ پر درود واجب ہے، پھر مستحب ہے..... لیکن میں کہتا ہوں، بہت سے ایسے واقعات ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا ہمیں حکم ملا ہے لیکن بعض وقت واجب ہے اور بعض جگہ واجب نہیں"۔ ۱۰ اس کے بعد ابن کثیر نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان اوقات کا الگ الگ ذکر کیا ہے جن میں درود شریف واجب ہے مثلاً (i) اذان سن کر (ii) مسجد میں جاتے اور مسجد سے نکلتے وقت (iii) نماز

Marfat.com

کے آخری قعدے میں (iv) جنازے کی نماز میں (v) عید کی نماز میں (vi) ہر دعا کے خاتمے پر (vii) جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں (viii) خطیب پر دونوں خطبوں میں (ix) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے وقت (x) احرام والا جب لبیک کہے تو اسے بھی درود شریف پڑھنا چاہیے (xi) ذبح کے وقت بھی اللہ کے نام کے ساتھ درود پڑھنا چاہیے (xii) کان کی سنسناہٹ کے وقت ۔[۱۱]

مولانا اشرف علی تھانوی نے ”زاد السعید فی الصلوٰۃ علی النبیؐ الوحید“ میں درود شریف کے دس مواقع بیان کیے ہیں ”جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی لیا جائے یا سنائی دے۔ دعا کے آغاز اور اختتام پر۔ مسجد میں جانے اور اس سے باہر آنے کے وقت۔ اذان کے بعد۔ وضو کے وقت۔ قبر شریف کی زیارت کے وقت۔ کتابوں اور رسائل میں حمد کے بعد درود و سلام لکھنا، رات کے بعد تہجد کے لیے اٹھتے ہوئے۔ وبا اور زلزلہ وغیرہ وباؤں کے دفعیہ کے لیے“ ۔[۱۲]

علامہ سخاویؒ نے القول البدیع کے ایک باب میں وہ مواقع گنوائے ہیں جہاں درود سلام پڑھنا ضروری ہے: وضو اور تیمم سے فراغت پر غسلِ جنابت اور غسلِ حیض سے فراغت پر۔ نماز کے اندر اور نماز سے فراغت پر اور نماز قائم ہونے کے وقت اور اس کا مؤکد ہونا صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کے بعد اور التحیات کے بعد اور قنوت میں اور تہجد کے لیے کھڑے ہونے کے وقت اور اس کے بعد۔ مساجد پر گزرنے کے وقت اور مساجد کو دیکھ کر اور مساجد میں داخل ہونے کے وقت اور مساجد سے باہر آنے کے وقت۔ اذان کے جواب کے بعد۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں اور شنبہ کو اتوار کو، پیر کو، منگل کو جمعہ کے خطبے اور دونوں عیدوں کے خطبے میں۔ استسقار کی نماز کے اور کسوف اور خسوف کے خطبوں میں اور عیدین اور جنازہ کی تکبیرات کے درمیان اور قبر میں میت کے داخل کرنے کے وقت۔ شعبان کے مہینے میں۔ کعبہ شریف پر نظر پڑنے کے وقت اور

Marfat.com

حج میں صفا مروہ پر چڑھنے کے وقت اور لبیک سے فراغت پر اور حجرِ اسود کے بوسے کے وقت اور ملتزم سے چمٹنے کے وقت اور عرفہ کی شام کو اور منیٰ کی مسجد میں، مدینۂ منورہ پر نگاہ پڑنے کے وقت اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر کی زیارت کے وقت اور رخصت کے وقت۔ اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آثارِ شریفہ اور گزرگاہوں اور قیام گاہوں جیسے بدر وغیرہ پر گزرنے کے وقت۔ جانور کے ذبح کرنے کے وقت تجارت کے وقت۔ وصیت کے لکھنے کے وقت۔ نکاح کے خطبے میں۔ دن کے اوّل و آخر میں۔ سونے کے وقت اور سفر کے وقت اور سواری پر سوار ہونے کے وقت۔ جس کو نیند کم آتی ہو، اس کے لیے۔ بازار میں جانے کے وقت۔ دعوت میں جانے کے وقت۔ گھر میں داخل ہونے کے وقت۔ رسالے شروع کرنے کے وقت اور بسم اللہ کے بعد۔ غم کے وقت، بے چینی کے وقت، سختیوں کے وقت، فقر کی حالت میں۔ ڈوبنے کے موقع پر، طاعون کے زمانے میں۔ دعا کے اوّل و آخر اور درمیان میں۔ کان کے بجنے کے وقت، پاؤں سونے کے وقت۔ چھینک آنے کے وقت۔ کسی چیز کو رکھ کر بھول جانے کے وقت۔ کسی چیز کے اچھا لگنے کے وقت۔ مولی کھانے کے وقت۔ گدھے کے بولنے کے وقت۔ گناہ سے توبہ کے وقت۔ جب ضرورتیں پیش آئیں۔ ہر حال میں۔ اس شخص کے لیے جس کو تہمت لگائی گئی ہو اور وہ اس سے بری ہو۔ دوستوں سے ملاقات کے وقت۔ مجمع کے اجتماع کے وقت اور ان کے علیحدہ ہونے کے وقت۔ قرآن پاک کے ختم ہونے کے وقت۔ اور قرآن پاک کے حفظ کرنے کی دعا میں۔ مجلس سے اُٹھنے کے وقت۔ ہر اس جگہ جہاں اللہ کے ذکر کے لیے اجتماع کیا جاتا ہو۔ ہر کلام کے افتتاح میں۔ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک ہو۔ علم کی اشاعت کے وقت۔ حدیثِ پاک کی قراءت کے وقت۔ فتویٰ اور وعظ کے وقت۔ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھا جائے۔ (علامہ سخاویؒ شافعی المذہب ہیں اور یہ سب مواقع شافعیہ کے یہاں مستحب ہیں۔

Marfat.com

حنفیہ کے نزدیک چند مواقع میں مستحب نہیں)۔[۱۳]

مفتی عنایت احمد کاکوروی جنہیں علامہ فضل حق خیر آبادی کی طرح ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد، بغاوت کے الزام میں جزائر انڈیمان میں قید رکھا گیا، اُن کی سیرت کی کتاب "تواریخ حبیب الٰہ" معروف ہے۔ انہوں نے "فضائل درود و سلام" کے نام سے جو کتاب لکھی، اسے مرکزی مجلس رضا، لاہور نے شائع کیا۔ اس کی تیسری فصل میں انہوں نے روایات معتبرہ کے حوالے سے صلوٰۃ و سلام کے ۴۲ مواقع بیان کیے ہیں: جب اسم مبارک زبان پر لائے یا سنے۔ جب کسی مجلس میں داخل ہو، اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ضرور درود پڑھ لے۔ صبح و شام درود پڑھنا چاہیے۔ دعا سے پہلے دعا کے بیچ میں اور آخر میں۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت۔ اذان کے بعد۔ وضو کے وقت۔ جب کسی چیز کو بھول جائے۔ حج میں لبیک کہنے کے بعد۔ قبر شریف کی زیارت کے وقت۔ جب کان بولے۔ جمعہ کو جمعہ کی رات کو۔ ماہ ربیع الاول میں اور روز دوشنبہ میں اور روز ولادت شریف یعنی ۱۲ ربیع الاول میں، بالخصوص محفل میلاد میں۔ ابتدائے رسائل و کتب میں بسم اللہ اور حمد کے بعد۔ التحیات کے بعد ہر نماز میں۔ نماز جنازہ میں تکبیر دوم کے بعد۔ خطبۂ جمعہ میں امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے اور حنفیہ کے نزدیک مستحب۔ خطبۂ نکاح کی ابتدا میں اور درس علم و وعظ اور ہر امر خیر میں۔ قرآن مجید کے ختم کے وقت۔ نماز تہجد کے لیے جاگنے کے وقت۔ دفع بلیات مثل وبا و زلزلہ کے لیے۔ عطر یا گلاب یا کسی خوشبو کو سونگھتے وقت۔[۱۴]

مولانا محمد سعید شبلی نے جلاء الافہام، سعادت الدارین، افضل الصلوٰۃ، صلوٰۃ الثنا، حرز المنیع، مسلم شریف اور منتخب کنز العمال کے حوالے سے ۸۲ ایسے مواقع درج کیے ہیں جن میں درود پاک پڑھنا چاہیے: آخری قعدے میں التحیات کے بعد۔ نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد۔ جمعہ کے دونو خطبوں میں۔ نماز عیدین میں ——

Marfat.com

خطبات عیدین میں ۔ خطبہ استسقا میں ۔ سورج اور چاند کے گہن کے وقت ۔ پانچوں وقت کی نمازوں کے بعد ۔ اذان کے بعد ۔ اذان کے بعد الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ اقامت نماز کے وقت ۔ مسجد میں داخل ہونے کے وقت ۔ مسجد سے باہر آنے کے وقت ۔ جب مسجد میں سے گزرے ۔ مساجد میں ۔ وضو کرتے وقت ۔ وضو کے بعد ۔ تیمم کرنے کے بعد ۔ غسل جنابت کے بعد ۔ عورت غسل حیض کے بعد ۔ دعا کے اول ______

دعا کے درمیان ۔ دعا کے بعد ۔ دعائے قنوت کے بعد امام شافعیؒ کے نزدیک مستحب ہے ۔ حاجی تلبیہ کے بعد پڑھے ۔ قیام عرفات میں ۔ مسجد خیف میں ۔ کوہِ صفا پر ۔ کوہ مروہ پر ۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت ۔ طوافِ وداع سے فارغ ہونے پر ۔ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے وقت ۔ زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت ۔ آثارِ متبرکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے وقت ۔ مقام بدر، احد وغیرہ دیکھنے کے وقت ۔ جمعہ کی رات کثرت سے صلوٰۃ وسلام پڑھے جمعہ کے دن کثرت سے صلوٰۃ وسلام پڑھے ۔ جمعہ کے روز نمازِ عصر کے بعد اسّی بار ۔ صبح اور شام کے وقت ، ہفتہ اور اتوار کے دن ۔ پیر کی رات ۔ منگل کی رات ۔ فجر اور نمازِ مغرب کے بعد ۔ ماہِ شعبان میں ہر روز سات سو بار ۔ شب برات میں ایک تہائی رات ۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ، صفت ، ضمیر کہنے اور لکھنے کے وقت ۔ اجتماعِ قوم میں ۔ مجلس سے اُٹھتے وقت ۔ بازار کو جاتے وقت ۔ دعوت کی طرف جاتے وقت ۔ سونے کے وقت ۔ جب سو کر اُٹھے ۔ جب نمازِ تہجد کے لیے اُٹھے ۔ جس کو نیند نہ آئے پڑھے ۔ ہر مجلسِ ذکر میں ۔ ختمِ قرآن کے وقت ۔ حفظ قرآن کے لیے ۔ وعظ اور تقریر کے وقت ۔ درس اور تعلیم دینے کے وقت ۔ گناہ کے بعد توبہ کرتے وقت ۔ گھر میں داخل ہونے کے وقت ۔ کسی چیز کو بھول جانے کے وقت ۔ نکاح کے وقت ۔ محتاجی کے وقت ۔ مفلس کے پاس مال نہ ہو تو اس کا صدقہ درود شریف پڑھنا ہے ۔ مصیبت اور سختی کے وقت ۔ حاجت روائی کے وقت ۔ کلام کرنے سے پہلے ۔ احباب سے ملنے

Marfat.com

کے وقت۔ سفر کے ارادے کے وقت۔ کسی سواری پر سوار ہونے کے وقت۔ پاؤں کے سُن ہو جانے پر۔ مولی کی پہلی پھانک کھانے کے وقت اس نیت سے پڑھے کہ اس کی بدبو نہ رہے۔ فتوٰی لکھنے وقت۔ فیصلہ سناتے وقت۔ الزام سے بری ہونے کے لیے۔ طاعون واقع ہو جانے پر۔ طلب شفائے مرض کے لیے۔ کان کے درد کے وقت۔ وصیت لکھنے کے وقت۔ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت، اور رفع مرضِ نسیان کے لیے۔[15]

وہ چند مقام جن پر درود پاک پڑھنا مکروہ ہے، یہ ہیں، ایسی جگہ جہاں نجاست ہو۔ ایسے کلام میں جو منع ہے جیسے غیبت۔ جس وقت آدمی غصے میں ہو۔ بوقتِ مباشرت پاخانے اور پیشاب کے وقت۔ سوداگر کوئی چیز بیچنے کے وقت نہ پڑھے۔ لہو ولعب یا کسی ناجائز کام کے وقت۔[16] امام شافعیؒ کے نزدیک ذبح کے وقت اور چھینک آنے کے وقت درود پڑھنا چاہیے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں، نہ پڑھے۔[17]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو درمیانی التحیات کے بعد بھی درود شریف پڑھے، باقی تینوں اماموں کے نزدیک نہ پڑھا جائے۔[18]

اس ساری گفتگو سے ایک ہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اللہ کریم جل شانہٗ وعزّ برہانہٗ نے اہلِ ایمان کو درود و سلام کا جو حکم ملا ہے وہ اپنی اصل میں فرض ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے کسی موقع کے لیے خاص نہ کر کے اس کے دوام کی راہ دکھا دی ہے۔ اور اپنے اور ملائکہ کے عمل کے حوالے سے بھی یہی سکھایا ہے کہ ہمیں یہ نیک کام ہر اچھے موقع پر کرنا ہے۔ باقی رہا، اس کے وجوب اور استحباب کا معاملہ، تو میرا خیال ہے کہ ہمارے بزرگوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی سہولت کی خاطر اس کے مستحب ہونے کی بات کی ہے ورنہ جب سب لوگ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کو برحق مانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو بخیل قرار دیا ہے، جو اُن کا اسمِ گرامی سن کر درود نہ پڑھے[19] یا حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس

Marfat.com

شخص کی ناک خاک آلود ہونے کا اعلان فرماتے ہیں جو نام نامی سن کر یا کہہ کر یا پڑھ کر درود نہ پڑھے۔[۲۰]

—— تو اس بات کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے کہ ہم درود و سلام پیش نہ کرنے کے جرم کا ارتکاب کریں اور استحباب کا سہارا لیں۔ مولانا مفتی محمد شفیع نے مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کے حوالے سے درود شریف کے وجوب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "اس پر بھی جمہور فقہا کا اتفاق ہے جب کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا سنے تو اس پر درود شریف واجب ہو جاتا ہے"[۲۱] لیکن کسی ایک مجلس میں بار بار سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آنے پر صرف ایک مرتبہ درود پڑھنے سے واجب ادا ہو جانے کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ "مستحب یہ ہے کہ جتنی بار ذکر مبارک خود کرے یا کسی سے سنے، ہر مرتبہ درود شریف پڑھے"۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے بزرگوں نے تو مسلمانوں کی سہولت کی خاطر یہ قرار دیا ہوگا کہ کسی ایک مجلس میں ایک بار درود شریف پڑھنے سے فرض تو ادا ہو جاتا ہے لیکن احادیث مبارکہ کے پیش نظر ہر مسلمان کو کوشش یہی کرنا چاہیے کہ وہ ہر بار درود و سلام پیش کرے۔ اُن کا مقصد تو یہ رہا ہوگا کہ مسلمان واجب کے فوت ہو جانے سے گناہوں کی دلدل میں نہ دھنستا جائے لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں نے درود و سلام کو مستحب قرار دیے جانے کے باعث اس کی طرف توجہ کم کر دی ہے اور مجالس و محافل میں تقریر اور وعظ کرنے والے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی درود و سلام کے بغیر بلا تکان لیے جاتے ہیں اور سننے والوں کو بھی احساس نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کے حکم کی تعمیل کا خیال ہی دل سے نکالے بیٹھے ہیں۔ صرف شیعہ حضرات کی محافل کا یہ تخصص قائم ہے کہ جونہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اہل بیت میں سے کسی کا نام مقرر یا ذاکر کی زبان پر آتا ہے،

Marfat.com

سب لوگ مل کر بآوازِ بلند درود پیش کرتے ہیں۔

مولانا محمد شفیع نے ایک مجلس میں ایک بار درود و سلام کو واجب قرار دینے کے بعد، ہر بار درود و سلام پیش کرنے کو مستحب ہی کہا ہے لیکن اس کے ساتھ جس انداز میں مسئلہ سمجھایا ہے، اس کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔ کہتے ہیں ”جتنی بار ذکرِ مبارک خود کرے یا کسی سے سنے، ہر بار درود شریف پڑھے۔ حضراتِ محدثین سے زیادہ کون آپ کا ذکر کرسکتا ہے کہ اُن کا ہر وقت کا مشغلہ ہی حدیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے جس میں ہر وقت بار بار آپ کا ذکر آتا ہے۔ تمام ائمۂ حدیث کا دستور یہی رہا ہے کہ ہر مرتبہ درود و سلام پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ تمام کتبِ حدیث اس پر شاہد ہیں۔ انہوں نے اس کی بھی پروا نہیں کی کہ اس تکرارِ صلوٰۃ و سلام سے کتاب کی ضخامت کافی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اکثر تو چھوٹی چھوٹی حدیثیں آتی ہیں جن میں ایک دو سطر کے بعد نامِ مبارک آتا ہے، اور بعض جگہ تو ایک سطر میں ایک سے زیادہ مرتبہ نامِ مبارک مذکور ہوتا ہے، ـــــ حضراتِ محدثین کہیں صلوٰۃ و سلام ترک نہیں کرتے۔“ [۲۲]

لیکن اس مسئلے کا جو حل علامہ مولانا سید محمد ہاشم (شمسی) نے پیش کیا ہے، وہ زیادہ مضبوط ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ”صَلُّوا“ اور ”سَلِّمُوْا“ امر کے صیغے ہیں اور امر ہمیشہ وجوب و فرضیت کے لیے بولا جاتا ہے۔ ہاں، فرضیت کے خلاف کوئی جداگانہ دلیل یا کوئی قابلِ یقین قرینہ یا دلیل موجود ہو۔ اِس آیت میں فرضیت و وجوب کے خلاف کوئی قرینہ یا دلیل موجود نہیں ہے بلکہ جس طرح ”سَلِّمُوْا“ کو ”تَسْلِیْمًا“ کے ذریعے مؤکد و مستحکم کیا گیا ہے اور اس حکم سے پہلے اللہ اور اس کے فرشتوں کے صلوٰۃ کا ذکر ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ صلوٰۃ و سلام کے نفسِ فرضیت میں کسی اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ استحباب کی بات خاص خاص مواقع اور محل کے تحت ہے۔

مزید ایک بات علامہ محمد ہاشم فاضل شمسی نے خوب کہی ہے اور دلائل کے ساتھ کہی ہے کہ صلوٰۃ وسلام کو خاص مواقع پر سنت اور مستحب ماننے کے بعد بھی ان کا ثواب ہمیشہ فرض عبادت کا ہوتا ہے۔ دلیل اس کی وہ یہ دیتے ہیں کہ فرضِ معین میں زمان و مکان یا عدد کی قید ہوتی ہے۔ جب یہ فرائض ان حدود و قیود کے ساتھ ادا ہوں گے تو ان پر فرض عبادت بجالانے کا ثواب ملے گا۔ مثلاً نماز میں زمانے اور تعدادِ رکعات کی قید ہے، روزہ قیدِ زمانی کے ساتھ فرض ہے، حج زمان و مکان کی قید کے ساتھ فرض ہے، وغیرہ۔ مگر غیر معین فرائض مثلاً جہاد، نماز وغیرہ کی فرضیت قیود و شروطِ زمانی و مکانی و عددی سے بری ہیں۔ اب مثلاً کچھ لوگ نماز جنازہ ادا کر دیں یا جہاد میں شامل ہو جائیں تو فرض تو پورا ہو جاتا ہے لیکن جتنے زیادہ لوگ اس میں شامل ہوتے جائیں گے، انھیں فرض ہی کا ثواب ملے گا۔[٢٣] صلوٰۃ وسلام بھی مومن کے لیے غیر معین فرض ہے۔ وہ اسے ایک مجلس میں ایک بار ادا کر کے گناہ سے تو محفوظ ہو گیا لیکن اب اسی مجلس میں بار بار صلوٰۃ وسلام عرض کر کے فرض صلوٰۃ وسلام کا ثواب حاصل کرتا رہے گا۔

## حواشی :

(١) القرآن الحکیم۔ ترجمہ و تفسیر از مولانا عبد الماجد دریا بادی۔ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور ص ٨٥٥ (٢) تدبر قرآن جلد ششم۔ ص ٢٦٧ (٣) خزائن العرفان علی کنز الایمان۔ مطبوعہ چاند کمپنی لاہور۔ ص ٦٣٧ (٤) بیان القرآن۔ جلد نہم۔ ص ٦٣، ٦٤ (٥) تفہیم القرآن۔ جلد چہارم۔ ص ١٢٧ (٦) ایضاً (٧) معارف القرآن۔ جلد ہفتم۔ ص ٢٢٤ (٨) ضیاء القرآن۔ جلد چہارم۔ ص ٩١ (٩) مدارج النبوت حصہ اول۔ (اردو ترجمہ از مفتی غلام معین الدین نعیمی) ص ٥٦٣ تا ٥٧١ (١٠) تفسیر ابن کثیر۔ جلد چہارم (اردو ترجمہ از مولانا ابو محمد جونا گڑھی) ص ٣٠١ (١١) ایضاً۔ ص ٣٠١ تا ٣٠٤ (١٢) اشرف علی تھانوی، مولانا۔ زاد السعید فی الصلوٰۃ علی النبی الوحید صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص ٢٠، ٢١ (١٣) محمد زکریا،

Marfat.com

مولانا حافظ۔ فضائلِ درود شریف۔ ص ٦٦، ٦٧ ("فضائلِ درود شریف" تبلیغی نصاب کا
ایک باب تھا لیکن بدقسمتی سے اب تبلیغی نصاب کو "فضائلِ اعمال" یا اور ناموں سے یوں بھی
شائع کیا جا رہا ہے کہ اس میں "فضائلِ درود شریف" کا باب نکال دیا گیا ہے) (١٤)
عنایت احمد کاکوروی، مفتی۔ فضائلِ درود و سلام۔ ص ٢١ تا ٢٨ (١٥) محمد شعید شبلی قادری،
مولانا۔ فضائلِ درود و سلام۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور۔ ص ٢٣ تا ٢٨ (١٦) عنایت احمد
کاکوروی۔ فضائلِ درود و سلام۔ ص ٢٩ (١٧) محمد سعید شبلی۔ فضائلِ درود و سلام۔ ص ٢٣۔
(١٨) ایضاً (١٩) ترمذی شریف (٢٠) ترمذی شریف (٢١) معارف القرآن
جلد ہفتم۔ ص ٢٢٤ (٢٢) ایضاً۔ ص ٢٢٤، ٢٢٥ (٢٣) محمد ہاشم، مولانا، پیر۔
فضائلِ درود و سلام۔ ص ٩ تا ١٥۔

# صلی اللہ علیہ وسلم

پڑھیں نہ کیوں حلقے میں آ کے "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم"
خادم جتنے ہیں آقا کے صلی اللہ علیہ وسلّم

آقاؐ پہ راضی ہے خالق، آقاؐ ہیں ہر چیز کے مالک
آقا ہیں محبوبِ خدا کے صلی اللہ علیہ وسلّم

ہر اہلِ ایمان کے لب تک صبح و شام نہ ہوگا کب تک
بیٹھیں گے سب پڑھوا کے "صلی اللہ علیہ وسلّم"

پھر پھر کر دل دیکھے اپنا، طیبہ کو جانے کا سپنا
ہے جو زبان پہ گھوم گھما کے "صلی اللہ علیہ وسلّم"

"صلّی اللہ علیک وسلّم" کہو گے روضے پر جو ہمدم!
جاؤ گے ہم کو بھی سُنا کے "صلی اللہ علیہ وسلّم"

پڑھنے والے پر آقاؐ بھی خوش ہوتے ہیں اور خدا بھی
سو معنے ہیں ایک دعا کے "صلی اللہ علیہ وسلّم"

شیطاں روئے، شیطاں ہارے، جب کوئی صلوات پکارے
ہم جیتے سب سے کہلا کے "صلی اللہ علیہ وسلّم"

اُس کا نصیبہ کھل جائے گا، خالق رحمت فرمائے گا
پڑھ لے گا جو سر کو جھکا کے "صلی اللہ علیہ وسلّم"

نقش ہے عظمت اُن کی دل پر، صبح بھی ہے محمود ثنا گر
نغمے گائیں مدح و ثنا کے "صلی اللہ علیہ وسلّم"

Marfat.com

# حاضری کی کیفیت میں هدیۂ درود و سلام

## ـــــ سفرناموں کے حوالے سے ـــــ

درود و سلام حصہ چہارم مرتب کرتے ہوئے میرے ذہن میں یہ خیال اُبھرا کہ درود و سلام کا ہدیہ آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں پیش کرنا تو ضروری ٹھہرا کہ یہ خدا و ملائکہ کی تقلید بھی ہے۔ حکمِ خداوندی کی تعمیل بھی اور خود حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی خواہش کی تکمیل بھی ـــــ اور، درود و سلام کا یہ ہدیہ ہم جہاں پر اور جہاں سے بھی پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سماعت فرماتا ہے اور ہمیں اس کے بدلے میں دس رحمتیں نازل کرتا ہے، دس گناہ معاف کرتا ہے اور دس درجات بلند کرتا ہے۔ حضور آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والثنا اسے سماعت فرماتے ہیں اور اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

ـــــ لیکن، ہم میں سے سرکار صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا جو امتی اُن کے درِ اقدس پر حاضر ہوتا ہے اور وہاں درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتا ہے اس کی کیفیت عجیب ہوتی ہے۔ کیونکہ دور سے درود و سلام پیش کرتے ہوئے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ، ہم اپنے مقام سے یہ نذرانہ براہِ راست پیش کر رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سماعت فرما رہے ہیں اور اگر ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کر رہے ہیں کہ وہ اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر درود بھیجے تو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سن رہے ہیں اور پسند فرما رہے ہیں لیکن جن لوگوں کو حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور انہوں نے خود حرم نبوی (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) میں حاضر ہو کر براہِ راست اپنے آقا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دربارِ پُر انوار میں درود و سلام پیش کرنے کی سعادت پائی ہے، وہ اس حالت میں جن کیفیتوں سے سرشار ہوئے ہیں، شاید ہی اسے من و عن

بیان کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔ بہرحال جنہوں نے اپنے سفرنامے لکھے ہیں، انہوں نے درود وسلام پیش کرنے کی کیفیت کو قلم بند کرنے کی کہیں کہیں کوشش کی تو ہے۔

گزشتہ سال (۱۹۸۹) نومبر میں، مجھے بھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی والدہ محترمہ اور خالہ صاحبہ کی معیت میں خانۂ خدا کے علاوہ اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا۔ میں نے بھی دس دن محبوبِ خالق و مالک (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے قدموں میں کھڑے ہو کر، بیٹھ کر براہِ راست ہدیۂ درود وسلام پیش کرنے کی اجازت پائی۔ اپنی عصیاں شعاریوں اور خطا کاریوں کا احساس نگاہیں نہیں اٹھانے دیتا تھا لیکن "اَلطَّالِعُ لِیْ" کا ارشادِ گرامی ڈھارس بندھاتا تھا اور ایک ہی بات ذہن و احساس پر مرتسم ہوگئی تھی کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود فرمادیا ہے کہ میرا جو اُمّتی میری بارگاہ میں مجھے سلام کرتا ہے، میں اسے اس کا اسی وقت جواب دیتا ہوں۔ آپ ذرا میری حالت کا اندازہ فرمایئے کہ میں ہر بار "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ" اس یقین کے ساتھ کہتا تھا کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے سماعت فرمارہے ہیں اور ہر بار میرے سلام کے جواب میں مجھے سلامتی، رحمت اور برکت کی نوید سنارہے ہیں۔ اللہ اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ایک گنہگار غلام زادے کو سلام، رحمت اور برکت عطا فرماتے ہیں۔ غلام زادے کو اور کیا چاہیے اب اسے کس چیز کی حاجت رہ گئی ہے۔

اس خیال سے کہ جن خوش نصیبوں کو مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے حاضر ہو کر درود وسلام پیش کرنے کا موقع ملا، اور انہوں نے اس موقع کو صفحۂ قرطاس پر رقم کیا، اسے جمع کرنا چاہیے —— اپنے ذاتی ذخیرۂ کتب میں موجود کتابوں کے اقتباس نذرِ قارئین کر رہا ہوں۔

خسرو شاہ نظامی (حکیم عبدالغنی انصاری) نے مکے مدینے کا سفرنامہ" (اندرونی سرورق پر کتاب کا نام "حرمین شریفین کی دید و شنید" لکھا ہے) میں مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں داخلے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ "داخلہ کے بعد عجیب حالت؛ عجیب

Marfat.com

کیفیت طاری تھی ۔ عقل، حواس، ہوش سب سلب تھے۔ نیم غشی کی حالت طاری تھی، دل تھرّا رہا تھا، کلیجہ کانپ رہا تھا۔ زیادہ تر زبان پر اَدْ وَ اَحْنَا فِدَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" جاری تھا"۔ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں "روح، قلب، جسد، دماغ، سب مافوق العادت عنبر اصلی فردوسی لطیف خوشبو سے معطر ہو چکے تھے۔ پہلے مواجہہ مبارک میں کمال خشوع وخضوع سے صلوٰۃ وسلام پڑھ کر پائینِ اقدس کی طرف گئے۔" ۲

مشہور رباعی گو سید احمد حسین امجد حیدر آبادی نے حاضریٔ دربارِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے موقع پر سلام پیش کرتے ہوئے اپنی کیفیت تحریر کی ہے"۔ باب الرحمۃ سے ہوتے ہوئے مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ نماز ادا کی، مزوّر صاحب نے کہا۔ چلیے، سلام کے لیے چلیے۔ وہ ہاتھ پکڑے اس طرح کھینچ رہے ہیں جیسے کوئی سپاہی کسی سنگین مجرم کو شاہی دربار میں لیے جاتا ہو۔ پاؤں من من بھر ہو گیا ہے۔ نہ بھاگ سکتے ہیں، نہ بڑھ سکتے ہیں۔ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں مگر نظر کچھ نہیں آتا۔ دل دھک دھک کر رہا ہے۔ اسی طرح کشاں کشاں سر جھکائے، گردن ڈھلے دونوں ہاتھ سنبھالے صفّہ کے رُخ سے پائینِ اقدس تک پہنچ کر پاؤں پھر رک گئے۔ اب تو قدم بالکل نہیں اٹھتا۔ سوچ رہا ہوں کہ مواجہہ شریف میں کیا صورت لے کر جاؤں۔ یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اب غش کھا کر گرا جاتا ہوں، طاقتِ دیدار رخصت ہو رہی ہے۔ نہ دنیا کی خبر نہ مافیہا کی۔

گم ہیں خرد و حواس عنقا کی طرح
دل ہو گیا صاف ان کی کفِ پا کی طرح
گر نورِ خدا نہیں ہے جلوہ اُن کا
پھر کیوں مجھے غش آ گیا موسیٰ کی طرح"

سنہری جالی کو دیکھ کر امجد محسوس کرتے ہیں کہ خوف دور ہو گیا ہے "دل پر کسی نے ٹھنڈا ہاتھ رکھ دیا، خوف کا اثر بال سے بالکل زائل ہو گیا، دریائے رحمت جوش وخروش کے ساتھ خفتگانِ بخت کو چھینٹے دے دے کر جگا رہا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی

Marfat.com

ہوا ہر طرف پیغام ھُو لا رہی ہے۔ ہر جھونکے میں درود کی آواز آ رہی ہے۔" ۳
محمد محی الدین حسین صدر مدرس مدرسۂ لطیفیہ، ویلور ۱۹۱۲ء میں زیارت روضۂ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ وہ اپنے "سفرنامۂ حرمین شریفین" میں حرم نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہم خجالت سے سر نیچے کیے ہوئے کھڑے تھے اور ہمارا مزوّر ہم کو سلام و صلوٰۃ اس افضل التحیۃ والتسلیمات کی ذاتِ برکات پر، پڑھا رہا تھا۔ اس کے ایک ایک لفظ کو ہم دُہرا رہے تھے۔ آنسوؤں کی جھڑی برابر بارانِ رحمت کی طرح ہماری آنکھوں سے جاری تھے وہ کہتا کچھ تھا اور ہمارے منہ سے نکلتا کچھ تھا۔" ۴ پھر نمازِ جمعہ کے بعد دربارِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضری کی کیفیت میں درود و سلام پیش کرنے کا ذکر یوں کرتے ہیں،
"بعد نمازِ جمعہ ہزاروں زائرین و حجّاج دست بستہ مؤدب کھڑے ہوئے صلوٰۃ و سلام آنحضرت سرورِ کائنات (علیہ السلام والصلوٰۃ) پر پڑھنا شروع کیے۔ معلم حلقے کیے ہوئے سلام پڑھاتے تھے، زائرین پڑھتے جاتے تھے۔ عجب سماں تھا۔ جس وقت خطیب خطبہ پڑھ رہا تھا تو مکبّر پر دو دو شخص مل کر صلوٰۃ پڑھتے رہے۔ یہ طریقہ بھی بہت اچھا معلوم ہوا۔" ۵ بارگاہِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ہمہ وقت درود و سلام کے بارے میں لکھتے ہیں: "اگر مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف کبھی طواف سے خالی نہیں رہتا ہے تو حرمِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں دربارِ نبویؐ کے رو برو بھی کوئی نہ کوئی کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کرتا رہتا ہے۔" ۶ محمد محی الدین حسین نے تو ۱۹۱۲ء کی بات کی ہے۔ اس وقت تو یہی کیفیت تھی لیکن جب سے موجودہ حکومت نے نمازِ عشا کے بعد زائرین کا داخلہ بند کر دیا ہے اور حرمِ پاک کو بند ہی کر دیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ رات کو وہاں حاضری نہیں ہو سکتی۔ سوائے اس کے کہ وہاں رمضان المبارک میں اعتکاف کیا جائے۔

"رحمۃ للعالمینؐ" کے مصنف قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے ۱۹۲۱ء میں یہ سعادت حاصل کی اور مسجدِ نبویؐ میں حاضر ہو کر مواجہہ شریف کے سامنے سلام عرض

Marfat.com

کرنے کے تذکرے میں کہا" ہم مسجد میں عجز و خشوع کے ساتھ داخل ہوئے۔ تحیتہ المسجد ادا کرنے کے بعد روضۂ اطہر کی جانب گئے اور وجہِ اقدس والنور (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے وزراء ابو بکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ پر سلام پڑھا"۔ ؎

محمد ذاکر علی خاں نے کعبتہ اللہ میں حاضری کا ذکر "میاں کی اٹریا تلے" کے عنوان سے اور مدینۃ المعلٰی میں حاضری کا تذکرہ "پیا کی نگریا میں" کے نام سے کیا ہے۔ پیا کی نگریا میں حاضری کے ذکر میں حضور آقا و مولا (علیہ التحیتہ والثناء) کی بارگاہ میں اپنا اور دوسروں کا سلام عقیدت پیش کرنے کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں "جس وقت قربِ عظیم میسّر ہوتا ہے تو توجہ کی کرنوں سے قلب میں گرمئ ایمان محسوس ہونے لگتی ہے۔ نور کی ذرا سی رمق سے سارا باطن روشن و درخشندہ ہو جاتا ہے۔ وفورِ جذبات سے آنکھ نمناک ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس شومئ قسمت سے اگر اس توجہ میں کسی وقت ذرا سی بھی کمی کا گمان ہوتا ہے تو دل پاش پاش ہونے لگتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے اور محرومی کا ایسا شدید احساس ہوتا ہے کہ اگر پیانہ سنبھالیں تو حرکتِ قلب بند ہو جائے۔ ادب کا تو تقاضا یہ ہوتا ہے کہ سلام کہتے ہی سامنے سے فوراً ہٹ جائے لیکن دل یہی کہتا ہے کہ نہ جانے کتنی منتوں کے بعد یہ گھڑی آئی ہے، اس کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ امانتوں کا احساس پکارتا ہے کہ اُن پاکیزہ امانتوں کو صادق الامین کے حوالے کر۔ چونکہ حضوری کی اس ساعت سعید میں سائل پر اپنی ہی ذمہ داری نہیں ہوتی، اس وقت اس کی حیثیت ایک اہم پیامبر کی بھی ہوتی ہے جس کو دور اُفتادوں کا حالِ دل اور سلام شوق انھی آرزوؤں اور التجاؤں کے ساتھ پیش کرنا ہوتا ہے جیسا کہ وہ اپنے تصوّر میں کرتے رہتے ہیں، اس لیے دربار میں کھڑے کھڑے نام بنام جملہ پیغام و سلام بحضور خیر الانام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پیش کرتا ہے"۔ ؎

بارگاہِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) میں آخری سلام عرض کرنے کی کیفیت بیان کرنے کی کوشش میں محمد ذاکر علی خاں کہتے ہیں"۔ اپنے پیا دیوانوں کی مجبوریوں سے واقف ہیں۔ ان کی کمزوریاں بھی جانتے ہیں۔ اس لیے وہ خود ہی وقتِ فراق حوصلۂ تحمل

Marfat.com

عطا کر دیتے ہیں ..... جب مجبوراً اسلام فراق ختم کر کے رخصت کا طالب ہوتا ہے تو
محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اسے پایۂ عرش سے ہٹا کر تختۂ دار کی طرف لیے جا رہا ہو۔" ۹
رفیع الدین فاروقی مراد آبادی "مشاہداتِ حرمین شریفین" کے ذکر میں مسجدِ نبوی ص
میں مختلف جماعتوں کے شغل کی صورت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ "وقتِ عصر سے
وقت چاشت تک عجیب مجمع مسجدِ نبوی میں رہتا ہے۔ ایک جماعت وعظ و تذکیر میں
مشغول ہے، ایک تلاوت کر رہی ہے۔ ایک جماعت دلائل الخیرات اور درود پڑھ
رہی ہے، ایک مواجہہ شریف میں بیٹھی ہوئی عرض نیاز اور توسل بہ سید الانبیاء صلی اللہ
علیہ وسلم میں مشغول ہے۔ زعم فقیر میں اس طرح کا اجتماع اور اس حیثیت سے، روئے زمین
پر نہ ہوتا ہوگا۔ مکہ معظمہ میں اگرچہ علماء درس دیتے ہیں اور لوگ ان کے قریب جمع ہوتے
ہیں اور کچھ لوگ ذکر و درود شریف مشغول ہوتے ہیں مگر یہاں تو کیفیت ہی دوسری ہے"
(ترجمہ از نسیم احمد فریدی امروہوی) ۱۰

مولانا عبدالماجد دریابادی مدینۂ طیبہ میں زیارت کی نیت پر گفتگو کرتے ہوئے
کہتے ہیں "اب اس بحث میں الجھیے کہ نیت روضۂ اقدس کی زیارت کی رکھنی چاہیے یا
مسجدِ نبوی کی؟ ——— مقصود حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہونی چاہیے۔ ظاہر ہے کہ
اب مادی آنکھوں سے اس کا امکان نہیں۔ اس امکان کے جس حصے کو مکین سے جس قدر
زیادہ تعلق، جس قدر زیادہ نسبت، جس قدر زیادہ قرب ہوگا، اسی قدر اس کی زیارت اہم تر
محبوب تر ہوگی۔ حجرۂ عائشہ صدیقہؓ ہو یا مصلیٰ و منبر، جس شے کو بھی ——— زیادہ امتیاز و
افتخار حاصل ہوا، اسی بنا پر حاصل ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اس کا تعلق تھا
اور بعض نے یہ خیال کیا کہ وہ شہیدوں اور صدیقوں کا سردار جب اپنی حیاتِ طیبہ کے ساتھ
اس وقت بھی زندہ قائم ہے تو قدرتاً سب سے زیادہ شرف و احترام مٹی کی اس لحد کو
حاصل ہے جس کے اندر جسدِ اطہر آرام فرما ہے ——— اور اس لیے سفر کا اعلیٰ مقصد
اس تربت پاک ہی کی زیارت رہے تو بہتر ہے۔" ۱۱
آستانۂ حضور پُرنور (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) پر بندگانِ خدا کے ہدیہ ہائے درود

سلام کے ذکر میں مولانا عبدالماجد دریا بادی تحریر فرماتے ہیں "لیجیے، نماز ختم ہوگئی، فرض ختم ہوگئے، سنتیں ختم ہوگئیں اور روضۂ اطہر کے دروازے پر ہر طرف ـــــ صلوٰۃ وسلام کی آوازیں آنے لگیں، جس پر اللہ خود درود بھیجے، اللہ کے فرشتے درود بھیجتے رہیں، اُس کے آستانے پر بندوں کے صلوٰۃ وسلام کی کیا کمی ہوسکتی ہے؟ ہر طرف آوازیں ہیں تو یہی، ہر سمت صدائیں ہیں تو ایسی ہی۔ جسے دیکھیے، مواجہ شریف کی طرف کھنچا چلا آرہا ہے۔ اس وقت رُخ قبلہ کی جانب نہیں بلکہ اس درِ اقدس کی جانب ہے جو دلوں کا کعبہ اور روحوں کا قبلہ ہے اور جس کے اردگرد خود پاکیزگی طواف کرتی رہتی ہے۔" ۱۲

شیخ ضمیر الدین احمد نے اپنی کتاب "سفر مبارک" میں حج کے سلسلے میں زائرین و حجاج کو ضروری معلومات فراہم پہنچائی ہیں۔ مدینۂ منورہ میں داخلے کے وقت راہنمائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس مقدس ومحترم شہر میں داخلے کی جب سعادت حاصل ہو تو سب سے پہلے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام عرض کریں۔" ۱۳ کہتے ہیں کہ حرم نبوی میں داخلہ باب جبریلؑ سے بہتر ہے۔ ویسے کسی بھی دروازے سے داخل ہوسکتے ہیں۔ دروازے سے پہلے دایاں پاؤں داخل کریں اور یہ پڑھیں بسم اللّٰہ وَالصلوٰۃ وَالسلام علیٰ رسول اللّٰہ۔ اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتك ..... نماز سے فارغ ہوکر قبلہ کی طرف سے درِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر آئیے۔ ادب کی چال آئیے، نگاہ جھکی رکھیے اور مواجہ شریف (روئے مبارک) کے سامنے پہنچ کر قبلہ کی طرف پُشت کرکے جالی مبارک سامنے ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوجائیے (ہاتھ نہ باندھنا بھی درست ہے۔ ہاتھ کھلے رکھنا بے ادبی نہیں ہے) اور نہایت سکون واطمینان سے، ہلکی آواز سے سلام عرض کیجیے۔ الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیك یا نبی اللّٰہ۔ الصلوٰۃُ وَالسلام علیك یاحبیب اللّٰہ۔ الصلوٰۃُ والسلام علیك یا رحمۃ للعالمین۔ الصلوٰۃ وَالسلام علیك یا خاتم النبیین۔ الصلوٰۃ

Marfat.com

و السلام علیک ایّھا النبیُّ و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

یا جو صلوٰۃ و سلام آپ کو یاد ہو یا پسند ہو۔ عربی نہ آتی ہو تو جو زبان بھی آتی ہو، اسی میں صلوٰۃ و سلام عرض کیجیے۔" [۱۴]

شورش کاشمیری کی "شب جائے کہ من بودم" عشق و محبت کی زبان میں حرمین الشریفین کی حاضری کا تذکرہ ہے۔ روضۂ اطہر پر درود و سلام پیش کرنے کا منظر بیان کرتے ہیں: "آخر وہاں پہنچ گیا جہاں پہنچنے کے لیے آیا تھا، روضۂ مبارک کے روبرو۔

الصلوٰۃ و السلام علیک یارسول اللہ

الصلوٰۃ و السلام علیک یاحبیب اللہ

الصلوٰۃ و السلام علیک یا نبی اللہ

تین بیضوی جھروکوں میں پہلا جھروکا سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کا ہے دوسرا ابوبکرؓ کا، تیسرا عمر فاروقؓ کا۔

جانے کتنی دیر گم سم کھڑا رہا۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ انسانوں کا تانتا بندھا ہوا ہے اور سب اشکبار ہیں۔ اس حد تک تحیّر ہے کہ ایک دوسرے سے کوئی آگاہ نہیں۔ لوگ آ رہے، جا رہے ہیں۔ پہرے دار کھڑے ہیں۔ راستہ بن رہا خلقت نکل رہی اور دعائیں لٹ رہی ہیں۔ شمع روشن ہیں، پتنگے جمع ہیں۔ گھٹتے ہی نہیں، بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور لو میں گھلے چلے جا رہے ہیں، دعائیں ڈہرا ڈہرا کر ختم ہو گئیں۔ سلام و درود نذر ہو رہے۔ وہ مزا جو مواجہہ پر تھا، ہر آن بڑھتا گیا۔ ادب کی آخری حد، عشق کا منتہیٰ، حسن جولان گاہ!" [۱۵]

راقم الحروف کے ذاتی ذخیرۂ کتب میں ایک ناقص الطرفین "سفر نامہ حرمین شریف" ہے جس کے پہلے ۱۶ صفحات نہیں ہیں اور ۲۷۶ کے بعد کے صفحات بھی غائب ہیں مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ کئی مقامات پر مؤلف کی منظومات بھی شامل ہیں جن میں انور تخلص استعمال کیا گیا ہے۔ وہ زائرِ حرمین مواجہہ شریف میں حاضری کے باب میں رہنمائی کرتے ہیں: "آپ بھی چار گز جالی سے ادھر کو ہٹ کے، پشت بقبلہ اور رُو بطرف

ادب سے کھڑے ہو کر ناف یا سینے پر ہاتھ باندھ کے یہ خیال کیجیے کہ بھگوڑا غلام، خدا کا گنہگار بندہ اپنے گناہوں اور خطیات کو معاف کرانے، خدا کے حکم کے موافق اس کے پیارے نبی کو وسیلہ ٹھہرانے اور عرض حال کرنے کے لیے حاضر ہوا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زندہ قبر میں موجود ہیں، میرے سلام کو سنتے اور میرے سلام کا جواب خود ہی دیتے ہیں۔ جب دل حاضر ہو گیا اور وسوسے دفع ہونے لگے، دبی آواز سے "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہیے۔"[۱۶]

مناظر احسن گیلانی آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گہر بار میں حاضری پر آنسوؤں کی زبان میں سلام عرض کرنے کی کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں: "ایک سیاہ کار، سیاہ بخت، سیاہ عمل، مطلق تاریکی، صرف سیاہی کو گھسیٹتے ہوئے اس دربار کی طرف لوگ لے جا رہے تھے جس دربار تک رسائی کا خیال بھی اس سراسر اثم و گندگی کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ آج وہی گھسیٹا جا رہا تھا، بعیت کے بعد عہد کا توڑنے والا مجرم اپنے آقا کے آستانے کی طرف دھکیلا جا رہا تھا۔ بس اتنا ہوش تھا کہ ہوش باقی نہیں رہا ہے۔ معلم یا مزور ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ وہ کچھ کہتے جاتے تھے، آنسوؤں کی موسلا دھار بارش سے بند آنکھوں نے اس کا موقع باقی نہ رکھا تھا کہ کہاں ہوں۔ زبان انھی فقروں کو دہرا رہی تھی۔ معلم کہتے تھے کہ "سلام پڑھو" کن کو سلام کروں، آنکھوں میں اس کی قوت بھی باقی رہی ہے جو کسی طرف اُٹھے؟ چیخ تھی، پکار تھی، گریہ تھا، بکا تھا، بے ہوشی تھی، بدحواسی تھی۔"[۱۷]

ممتاز مفتی کی "لبیک" اپنے اسلوب اور بے تکلفی کے اعتبار سے معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ انہوں نے بارگاہِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضر ہو کر سلام پیش کرنے کی کیفیت کو یوں زبان دی ہے: "یا رسول اللہ!" میرے دل سے ایک منت اُبھر رہی تھی۔ "یا رسول اللہ! یہاں میں ستر ہزار نمازیں اپنے نام کرانے کے لیے حاضر نہیں ہوا۔ بہشت میں اپنی جگہ محفوظ کرانے کے لیے یہاں نماز پڑھنے کا متمنی نہیں ہوں۔ میں تو صرف اس لیے یہاں نماز پڑھنا چاہتا ہوں کہ گھر کی دہلیز پر کھڑا ہو کر تجھے سلام کروں۔"

"وہ سلام نہیں جو دوسرے پر سلامتی بھیجتا ہے۔ وہ سلام نہیں جو کتابوں میں لکھا ہوتا ہے۔ بلکہ وہ سلام جو ایک ادنیٰ عاجز مسکین شخص ایک اعلیٰ اور ارفع ہستی کو جھک کر ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کرتا ہے۔ میری آرزو ہے" اپنی عقیدت کا اظہار کروں۔ تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سجدہ کروں۔ تیری خوشنودی سے عظیم تر نعمت کیا ہو سکتی ہے! میرا جی چاہتا ہے کہ میں تیرے قدموں میں کھڑا ہو کر نعرہ لگاؤں کہ اے عظیم ترین انسان میں جو ننگ انسانیت ہوں، تجھے سلام کروں۔ تو جو میرا سلام قبول کرلے تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہے۔ اور تجھے کوئی پوچھنے والا نہیں کہ ایسے شخص کا سلام کیوں قبول کیا جو انسانیت کے نام پر کلنک کا ٹیکہ ہے"[۱۸]

نامور نعت گو حافظ لدھیانوی سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضری کے موقع پر درود وسلام کا ہدیہ نذر کرنے کی ذیل میں یوں کاغذ پہ کلیجہ نکال کے رکھتے ہیں
" حرم نبوی (الشریف) میں داخل ہوتے ہی خوشبو کا ایک تیز جھونکا آیا جس سے سارا جسم معطر ہو گیا۔ یہ مقدس جگہ کائنات کے جمال کا مرکز ہے۔ اس کی عظمت ابدی ہے اس کا جمال سرمدی ہے۔ ہم سر جھکائے، نظریں قدموں پہ جمائے، دھڑکتے دل اور اشکبار آنکھوں سے لرزاں لرزاں، خود میں سمٹتے ہوئے دوبارہ آقائے نامدار فخر موجودات سید الانبیاء خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مواجہ شریف پر حاضر ہو گئے۔ ہونٹوں پر درود وسلام بہکے نغمے، آنکھیں حیرت کی تصویر اور دل کی ہر دھڑکن شکر و سپاس کا نغمہ تھی۔ سر جھکا کر ندامت کے پسینے میں شرابور، گناہوں کے احساس سے شرمندہ، ماضی کی زندگی پر پشیمان ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام پیش کیا۔ اس سرفرازی کے احساس نے عجیب کیفیت پیدا کردی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دے رہے ہیں۔ اس جسم خاطی، اس عاصی پر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) رحمتیں بھیج رہے ہیں، اللہ تعالیٰ رحمتوں کا نزول فرما رہا ہے۔ فرشتوں نے رحمت کی تان دی۔ سلام شوق کونین پر محیط ہو گیا"[۱۹]

مدینہ طیبہ کے ذکر میں حافظ لدھیانوی از خود رفتہ ہو جاتے ہیں "چاند کا

Marfat.com

روضۂ منورہ سے نور کی خیرات مانگتا ہے۔ حرمِ پاک کی خاک فرشتوں کے چہروں کا غازہ ہے۔ کائنات کا جمال اس کی تجلیات کا صدقہ ہے۔ تاروں نے حرمِ پاک کے ذرّوں نے چمک پائی۔ گلزاروں کا دامن اس کی خوبی و رعنائی سے مہک مہک اٹھا۔ پھولوں کی نکہت، چمن کی شگفتگی میں اسی کا جمال ضیاریز ہے۔ یہی بستی نزولِ قرآن کی جگہ ہے۔ فرشتوں کا نزول یہیں ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آرزوؤں کا حاصل یہی مقام ہے۔ اسی روضۂ اطہر پر نثار کرنے کے لیے صبا درود و سلام کے پھول دنیا کے گوشے گوشے سے لاتی ہے۔"[۲۰]

حافظ لدھیانوی نے ۱۹۷۴ میں حج و زیارت کی سعادت حاصل کی تو "جمالِ حرمین" لکھی۔ پھر ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳ میں حاضری کا شرف پایا تو "منزلِ سعادت" تحریر کی۔ اس میں حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے چہرۂ پاک کے سامنے صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے لمحوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں "میں تجلی گاہ کے سامنے تھا۔ مرکزِ کیف و سرور، سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور تھا۔ جسم پر رحمتوں کی پھوٹ پڑ رہی تھی۔ سامنے جالی مبارک تھی۔ مواجہہ شریف پر اس احساس نے جسم پر لرزہ طاری کر دیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس گنہگار کو دیکھ رہے ہیں۔ درود و سلام کا سلسلہ شروع تھا۔ ادب سے سر جھکا کر سلام پڑھنا شروع کیا "الصلوٰۃ والسلام علیک یا خاتم النبیین! الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃً للعالمین! الصلوٰۃ والسلام علیک یا محبوبَ ربِّ العالمین! الصلوٰۃ والسلام علیک یا نوراً من نور اللّٰہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا شفیع المذنبین (صلی اللہ علیک وسلم) ـــــــ دیر تک زیرِ لب آہستہ آہستہ درود و سلام بھیجتا رہا۔ یہ کتنی بڑی خوش قسمتی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم زائر کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ جس کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی کی دعائیں کریں، اُس جیسا خوش نصیب انسان کون ہو سکتا ہے۔ یہ سلام کا جواب اُس کے ایمان کی سلامتی کی سند، اس کی شفاعت کا اعلان اور آخرت میں نجات کا ضامن ہے"۔[۲۱]

خواجہ حسن نظامی کا سفر نامہ "سفرِ حجاز و مصر و شام" میری نظر سے نہیں گزرا۔ حافظ محمد افضل فقیرؒ اسے نیاز و عقیدت کی دنیا کا نقشِ جمیل قرار دیتے ہیں۔ اس میں ہے۔

"جالی پکڑ کے روضۂ اقدس کی ایک بار
سب حالِ دل رسولِ خدا کو سنائیں ہم

السلام علیکم یا سید الکونین! السلام علیکم یا جدی۔ السّلام علیکم یا و سیلتنا فی الدنیا والدین! خوش نصیب ہیں یہ آنکھیں جو آپ کے روضۂ اطہر کو دیکھ رہی ہیں۔ نصیب والا ہے یہ ہاتھ جو اس نورانی جالی کو تھامے ہوئے ہے (آج کل اس سعادت سے دور رکھنے کا باقاعدہ "اہتمام" کیا جاتا ہے ـــــ محمود) اور زبان کی عزت پر تو جس قدر رشک کیا جائے، کم ہے کہ وہ اس زندہ اور زندہ کرنے والے وجود سے کلام کر رہی ہے جس کے آگے سارے جہاں کی زبانیں گُنگ ہیں۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کا یہ ناکارہ و ناخلف فرزند حسن نظامی حالِ دل عرض کرنا چاہتا ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ حیّ و قیوم کی عنایت سے اس وقت آپ جامۂ حیات میں موجود ہیں، دیکھ سکتے اور کر سکتے ہیں، وہ جو کوئی نہیں کر سکتا۔"

پروفیسر ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی نے بھی سیّد و سردارِ مخلوقات (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بارگاہ میں حاضری دی لیکن ان کیفیات کو رقم کرتے ہوئے اس صاحبِ قلم کا قلم بھی لرزتا ہے، کپکپاتا ہے۔ لکھتے ہیں: "پہلے دن نمازِ فجر کے بعد روضۂ مبارک پر جو کچھ بیتی، وہ مجھے یاد نہیں، اور اگر یاد بھی ہے تو اس کا تعلق حرف و بیان کی دنیا سے نہیں۔ سامنا اُس کا تھا جو قرآن کے حروفِ مقطعات کے نقاب میں چھپ کر بھی کس قدر نمایاں ہے۔ وہ جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی۔ وہ جو وقت کا عیار ہے اور ازل سے ابد تک سارا مرحلہ اس کے لیے ایک سانس کی مسافت ہے۔ ظہر کے بعد پھر سلام کرنے حاضر ہوا ـــــ صدیق سے عرض کیا کہ اپنے صدق کا کروڑواں حصہ اپنے رب سے کہہ کر مجھے عطا کر دیجیے تاکہ میں زبان کھولوں ـــــ اور پھر میں نے حضور آیۂ رحمت اپنی نظم پیش کی ..... یہ لفظ نہیں غلامی کا پٹا ہیں۔ وہ پٹا جو کوئے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اس دربان کے گلے

یثاقِ ازلی کی طرح چمک رہا ہے جس کا نام ابوالخیر ہے ـــــــ مگر اُس گھڑی میرا کوئی نام نہیں تھا۔ میں تو بس اُس کوچے کی مٹی کا ایک ذرّہ تھا۔ وہ ذرّہ جو جوہر ہے ـــــــ وہ جوہر جو اس آفاق کے پردوں سے گزر سکتا ہے۔"

"عصر کی نماز کا دامن نمازِ ظہر سے بندھ گیا ـــــــ یہ پوری مدت حرمِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں گزری۔ گرمی کی وجہ سے جب دُرّہ باز سپاہیوں کو نیند آئی تو میرے لب روضہ کی جالیوں پر تھے ـــــــ میری آنکھیں بند تھیں اور ان بند آنکھوں پر آنسوؤں کی جھالروں کے پیچھے زمان و مکاں، یہ اور وہ سب دم بخود تھے ـــــــ صدیاں گزر گئیں اور حرمِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاموشیوں کو، کوئی آواز مجروح کرنے کی جرأت نہ کر سکی۔ اور یہ خاموشی ایک مرکز تھی ـــــــ اس مرکز کے گرد ایک دائرہ کھنچا ہوا تھا۔ یہ دائرہ آوازوں سے معمور تھا ـــــــ درود و سلام کی آوازیں، وہ آوازیں جو صدیوں سے حرمِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فضاؤں میں طواف کر رہی ہیں۔"[۲۳]

اپنی ایک پہلی تصنیف "عکسِ محمدی قرآن کے آئینے میں" میں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی لکھتے ہیں "...... صبح تاروں کی چھاؤں میں صلوٰۃ و درود کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور وقت کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا کے کسی گوشے میں صلوٰۃ و درود کے ہدیے نہ پیش کیے جاتے ہوں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روضۂ مبارک کے سرہانے کھڑے ہو کر افریقہ، ایشیا، امریکہ، یورپ اور آسٹریلیا کے ہر ملک اور خطّے کے لوگ اپنی روح کے ساز پر یہ نغمہ فرشتوں کی ہم نوائی میں رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔"[۲۴]

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حاضری کی کیفیت میں چشمِ تصوّر سے مختلف گروہوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور درود و سلام پیش کرتے دیکھتے ہیں۔ انہیں اگر بابِ جبریلؑ سے امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعی، امام احمد بن حنبلؒ، لیث بن سعد مصریؒ، امام اوزاعیؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، تقی الدین بن تیمیہ، ابن قدامہ، ابواسحاق الشاطبی، کمال ابن ہمام، شاہ ولی اللہ دہلوی جیسی شخصیتیں آتی اور آقا و مولا

(علیہ التحیتہ والثنار) کے حضور نذرانہ درود و سلام پیش کرتی دکھائی دیتی ہیں تو باب الرحمہ سے آتی ہوئی صلاح و تقویٰ اور زہد و عبادت کے آثار چہروں پر لیے حسن بصریؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، سفیان ثوریؒ، فضیل بن عیاضؒ، داؤد طائیؒ، ابن السماکؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، نظام الدین اولیاؒ اور عبدالوہاب المتقیؒ کی جماعت نظر آتی ہے۔ وہ اگر باب النسار سے عبادت گزار اور عفیف خواتین کے حاضری کے لیے آنے اور درود و سلام کے پھول نچھاور کرنے کو خیال میں لاتے ہیں تو علوم و فنون کے موجد اور مرتب، ائمہ نحو لغت و بلاغت کے گروہ کو باب السلام کی جانب سے حاضر ہوتے اور صلوٰۃ و سلام پیش کرتے محسوس کرتے ہیں۔ ایک طرف وہ بڑے بڑے سلاطین اور تاریخ کے ممتاز ترین بادشاہوں اور فرمانرواؤں کو اس وظیفۂ خداوندی میں مشغول پاتے ہیں تو دوسری طرف شاعروں اور انقلابیوں کو اپنی عرضداشتیں نذر کرتے دیکھتے ہیں۔ [۲۵]

مشہور مصنف نسیم حجازی نے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روضہ پر درود و سلام پیش کرنے کے ذکر میں لکھا" اچانک مجھے حیدر الحیدری صاحب نظر آ گئے اور میں نے اُن سے روضۂ اطہر پر سلام پڑھوانے کی درخواست کی۔ وہ میرے ساتھ چل دیے۔ اب لوگوں کا ہجوم قدرے کم ہو چکا تھا۔ حیدری صاحب کے لہجے میں ایک عرب کا سوز و گداز تھا۔ بعض احساسات جو ابھی تک میرے دل کی گہرائیوں میں دبے ہوئے تھے آہستہ آہستہ اُبھرنے لگے۔ میں اُس آقا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دربار میں کھڑا تھا جس کے غلاموں کی عظمت کی داستانیں میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ تھیں۔ دبے ہوئے احساسات آنسو بن کر بہہ نکلے، لیکن جذبات کے انتہائی ہیجان میں بھی میں اس خیال سے اپنی سسکیاں ضبط کر رہا تھا کہ یہاں آواز نکالنا بے ادبی ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو درود و سلام پڑھنے کے بعد میں نے باری باری سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم کو سلام پڑھا جو اسی روضۂ اطہر میں آسودۂ خواب ہیں"۔ [۲۶]

فضل حق یوں رقم طراز ہیں " حرم نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں تہجد کی اذان

ہوئی تو مومنین کا رواں در کارواں حرم کے دروازوں پر جمع ہونے لگے۔ رنگارنگ لباس، دیس دیس کی بولی۔ یہ میری، وہ تمھاری ٹولی۔ حاجیوں نے دروازے کھولے اور ہم تمام نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے حضور پہنچ گئے۔ سجدہ و رکوع، صلوٰۃ و درود ــــــ عجیب منظر تھا اہلِ ایمان کا۔ ہر مسافر اپنے انداز میں حضورِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) اپنا نیاز پیش کر رہا تھا۔" ۲۷

صادق قریشی نے "سیلانی کی ڈائری" کے نام سے چودھویں صدی کے آخری حج کی روداد لکھی جس میں مواجہہ شریف کی سنہری جالیوں کے سامنے درود و سلام پڑھنے کا ذکر یوں کیا "ریاض الجنۃ میں تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کر کے سیلانی لڑکھڑاتے ہوئے قدم مرقدِ اطہر پر حاضری کے لیے آگے بڑھاتا ہے۔ آنکھیں اشکبار ہیں۔ لب پر درود و سلام ہے۔ زہے نصیب، اس عظیم بارگاہ میں پھر حاضری کا موقع ملا ہے۔ السلام علیك یا رسول اللہ! السلام علیك یا خیر خلق اللہ۔ السلامُ علیك یا حبیب اللہ۔ دیر تک مؤدب کھڑے رہنے اور خشوع و خضوع سے درود و سلام پڑھنے کے بعد اب دو قدم اور آگے بڑھ کر سنہری جالی کو پھر تھامنے اور چومنے کے لیے دل بے تاب ہے مگر محافظ روکتے ہیں۔" ۲۸

مشہور نعت گو شاعر حکیم عبد الکریم ثمرؔ اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں "مقصورہ شریف کی جالیوں کا لمس سرور آگیں اور کیف آور ہے۔ پہلے تمنائیں کروٹیں لیتی ہیں۔ پھر دل جاگ اُٹھتا ہے اور زبان محوِ درود و سلام ہو جاتی ہے۔ اس بارگاہِ عالیہ میں پہنچ کر دیدۂ نمناک کے سوا انسان کے دامن میں کچھ سرمایہ نہیں رہتا۔ نور بھری جالیوں کے جھروکوں سے جمالِ نبوی چھن چھن کر زائرین کو منوّر کرتا ہے۔

کعبہ را بیت النبیؐ کاشانہ اش

جو ہر وقت درود و سلام کی خوشبو سے معطر رہتا ہے۔" ۲۹

مولانا ابو النصر منظور احمد شاہ سرزمینِ طیبہ سے جدائی کے وقت درود و سلام پیش کرنے کا احوال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں "نمازِ عشا کے بعد دل کی عجیب دھڑکنوں

Marfat.com

کے ساتھ چشمِ گریاں، دل بریاں اپنے دین و ایماں کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے لیے مواجہ شریف کے سامنے بحالتِ احرام ہو گئے۔ کفن پہنے، ننگے سر، دربارِ پُرانوار کی حاضری اور پھر الوداعی حاضری۔ دبی دبی زبان سے عرض کر رہے ہیں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ! الصلوٰۃ و السلام علیک یا حبیب اللہ! اور بھی بہت سے دیوانے آج الوداعی سلام عرض کر کے واپس ہو رہے ہیں۔ عجیب بات ہے۔ دربارِ پُرانوار پر حاضری ہے مگر جدائی کا تصور دل کو گھائل کیے جا رہا ہے۔" ۳۰

سلطان رفیع کہتے ہیں: " لیجیے۔ اب ہم روضۂ اطہر کے قریب آ پہنچے ہیں۔ جُوں جُوں فاصلہ کم ہو رہا ہے، قلب و نظر کی حالت دگرگوں ہوتی جاتی ہے۔ جذبات و محسوسات میں ایک تلاطم برپا ہے۔ بدن کا رواں رواں لرزاں اور ترساں ہے۔ میں اپنے گرد و پیش نگاہ کرتا ہوں تو کم و بیش ہر ایک کو اسی کیفیت سے دوچار پاتا ہوں۔ کاندھے جھکے ہوئے، جسم سمٹا سمٹایا، قدم نپے تُلے، آنکھیں جھکی جھکی — — ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آدمی تحلیل ہوتا جا رہا ہے۔ قدم آگے بڑھاتا ہے تو کوئی نادیدہ قوت دھکیل کر پیچھے ہٹا دیتی ہے۔ یہ فرطِ عقیدت ہے یا احساسِ ندامت کہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے سرِ بالیں پہنچتے پہنچتے جسم و جان ہزار کیفیات سے دوچار ہو گئے ہیں۔ بہر حال اب باادب ہو جائیے اور درود و سلام کا ورد کیجیے اور کرتے ہی جائیے۔" ۳۱

سیّد منیر علی جعفری بس کے ذریعے سفر سے الرجک تھے لیکن مدینۃ الحبیب (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کی طرف بس سے سفر کرتے ہوئے انہیں کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ لکھتے ہیں " یہ سفر میرے تصورات سے بھی زیادہ حسین اور آرام دہ تھا۔ میرے اطمینان و سکون میں اس وقت اور بھی اضافہ ہوتا جاتا تھا جب میں یہ سوچتا تھا کہ وہ منزل قریب آتی جا رہی ہے جس پر پہنچنے کے لیے برسوں میرا دل تڑپتا رہا تھا۔ بس کا نصف سفر گزر گیا تو میرے کیف و سرور میں اور بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اب میں نے محسوس کیا کہ میں تصورات کی دنیا میں

Marfat.com

بالکل کھو گیا ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں درود و سلام پڑھنا شروع کر دیا اور اپنے ماحول سے بے نیاز ہو گیا۔" ۳۲

دربارِ رسول کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) میں حاضری کے وقت کی حالت یوں بیان کرتے ہیں "میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پاسِ ادب سے سر جھکائے ہوئے حاضر ہوا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ لب پہ درود و سلام بھی تھا اور دعائیں بھی۔ اس وقت میں کچھ کھویا ہوا تھا لیکن اتنا ہوش تھا کہ میں جہاں موجود ہوں، وہ مرکزِ حبیب خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے اور آقائے معظم و محترم اپنے اس غلام کی حاضری سے باخبر ہیں اور جو کچھ وہ عرض کر رہا ہے، سماعت فرما رہے ہیں۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ سلام بھی پیش کرتا رہا اور درود بھی۔" ۳۳

منیر علی جعفری ریاض الجنّۃ میں حاضری کا لطف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "... اور قلب بھی گواہی دے رہا تھا کہ جنّت اسی کا نام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی ہی میں جنّت کا حسین منظر آنکھوں سے دکھا دیا ہے اور اس کی لطافتوں کا مزا چکھا دیا ہے۔ نماز کے بعد میں وہاں کافی دیر تک بیٹھا رہا اور درود و سلام میں مشغول رہا۔" ۳۴

کرنل غلام سرور روضۂ اطہر پر فرشتوں کے درود و سلام پڑھنے کا ذکر خاص طور پر کرتے ہیں اور حضرت کعبؓ سے مروی حدیثِ پاک کا حوالہ دیتے ہیں۔ ۳۵

اشرف علی قریشی ناظمِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، پشاور بھی وہاں سے ہو آئے ہیں، سفر نامۂ حجاز بھی لکھا ہے لیکن درود و سلام کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں "پاکستانی لوگوں میں یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ یہ جب دیکھتے ہیں (شرطہ) یعنی پولیس والوں کی ذرا دوسری طرف توجہ ہوئی تو یہ فوراً جالی مبارک کے ساتھ افعالِ بدعات شروع کر دیتے ہیں جو کہ اصل روحِ اسلام کے خلاف ہے جس کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی مبارک گزری۔ جنہوں نے اپنی ساری زندگی مبارک میں ان ہی شرکیات کے خلاف جہاد کیا ہو، بھلا وہ کیسے ان کی خوشنودی کا سبب ہو سکتا ہے۔ سعودی عرب کے اصحاب چاہتے ہیں کہ روضۂ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پرانی کیفیت پر کریں یعنی مسجد کو

علٰحدہ اور روضۂ انور کو علٰحدہ، تاکہ نمازیں پڑھنے والوں اور درود و سلام پڑھنے والوں کا اپنے درمیان تصادم نہ ہو۔" ۳۶

حافظ عبدالرزاق نے موٹر سے گنبدِ خضرا کی جھلک دیکھ کر اور مواجہ شریف کے سامنے اپنے درود و سلام پیش کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ۳۷

ممتاز ظافر بارگاہِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں درود و سلام پڑھتے ہوئے محسوس کرتے ہیں کہ "حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رحمۃ للعالمینی کی چادر میرے سر پر ڈال دی۔ سکون کی ایک لہر اٹھی جو سب غموں کو بہا کر لے گئی۔ اب جو نگاہیں اٹھیں تو سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے ہی جلوے تھے۔ روضۂ اقدس سے اٹھتی ہوئی نور کی شعاعیں چاروں طرف آنے والوں کے دلوں کو تسکین پہنچا رہی تھیں"۔ ۳۸

غرض، آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ ناز میں حاضری کے وقت زائر مصنفین عقیدت و محبت کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلے ہوئے الفاظ کے ساتھ درود و سلام پیش کرنے کی کیفیت کو ضرور قلم بند کرتے ہیں ــــــ کہ یہی تو وہ تحفہ ہے جو گنہگار اُمتی اپنے آقا و مولا (علیہ التحیۃ والثناء) کے دربار میں پیش کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور خالق و مالکِ حقیقی جلّ شانہٗ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔

## حواشی :

(۱) خسرو شاہ نظامی۔ مکے مدینے کا سفرنامہ۔ مطبوعہ حیدرآباد دکن۔ مئی ۱۹۴۹ء ص ۱۵۲ (۲) ایضاً۔ ص ۱۶۱ (۳) پاکستان اسٹیٹ آئل ریویو۔ خصوصی حج نمبر "حرم سے حرم تک"۔ مئی جون جولائی ۱۹۸۸ء۔ ص ۷۷، ۷۸ (۴) محمد محی الدین حسین۔ سفرنامۂ حرمین شریفین۔ مجلس اشاعۃ العلوم، حیدرآباد۔ دکن۔ ص ۳۹ (۵) سفرنامۂ حرمین شریفین۔ ص ۵۱۔ (۶) ایضاً۔ ص ۶۱ (۷) "حرم سے حرم تک"۔ ص ۷۳ (۸) محمد ذاکر علی خاں۔ حدیثِ حرم۔ علی گڑھ ایجوکیشنل سوسائٹی پاکستان، کراچی۔ ص ۶۸، ۶۹ (۹) ایضاً۔ ص ۸۳ (۱۰) "حرم سے حرم تک"۔ ص ۵۹، ۶۰ (۱۱) حرم سے حرم تک"۔ ص ۸۴ (۱۲) ایضاً۔ ص ۸۵، ۸۶ (۱۳) ضمیر الدین احمد، الحاج

سفرِ مبارک۔ (کتاب پر نظرِ ثانی خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری مؤلف "رہنمائے حجاج" نے کی)
ضمیر الدین میموریل آرگنائزیشن، کراچی۔ ص ۲۰۲ (۱۴) سفرِ مبارک۔ ص ۲۰۴ - ۲۰۶
(۱۵) شورش کاشمیری۔ شب جائے کہ من بودم۔ مطبوعات چٹان، لاہور۔ ص ۱۴۲،
۱۴۳ (۱۶) انور۔ سفر نامۂ حرمین شریفین۔ ص ۱۶۳ (۱۷) "حرم سے حرم تک" ص ۹۰
(۱۸) ممتاز مفتی۔ لبیک۔ ص ۲۶۵ (۱۹) حافظ لدھیانوی۔ الحج (جمالِ حرمین) ص ۱۰۵،
۱۰۶ (۲۰) جمالِ حرمین۔ ص ۱۰۳ (۲۱) حافظ لدھیانوی۔ منزلِ سعادت۔ ص ۶۹، ۷۰
(۲۲) جمالِ حرمین۔ ص ۳۱ (دیباچہ از محمد افضل فقیر) (۲۳) ابو الخیر کشفی، سید
وطن سے وطن تک۔ ص ۴۴، ۴۵ (۲۴) ابو الخیر کشفی۔ عکسِ محمدی قرآن کے آئینہ میں۔
طاہرہ کتاب گھر، کراچی۔ ص ۶ (۲۵) "حرم سے حرم تک" ص ۹۱ — ۹۴ (۲۶)
نسیم حجازی۔ پاکستان سے دیارِ حرم تک۔ ص ۱۲۶ (۲۷) "حرم سے حرم تک" ص ۱۲۴
(۲۸) صادق قریشی۔ پھر سوئے حرم۔ ص ۴۶ (۲۹) عبد الکریم ثمر۔ سفرِ حجاز (ہم
نے حجاز میں کیا دیکھا؟) ص ۱۷۰، ۱۷۱ (۳۰) منظور احمد شاہ، ابو النصر۔ حضور الحرمین
ص ۶۵، ۶۶ (۳۱) حرم سے حرم تک۔ ص ۱۲۸، ۱۲۹ (۳۲) منیر علی جعفری، سید۔
شہرِ خدا سے دیارِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ص ۷۱ (۳۳) ایضاً۔ ص ۷۶ (۳۴)
ایضاً۔ ص ۸۹ (۳۵) غلام سرور، کرنل۔ مسافرِ حرم۔ ص ۲۰۸ (۳۶) اشرف علی
قریشی۔ سفر نامۂ حجاز۔ مؤتمر المؤلفین۔ جامعہ اشرفیہ، پشاور۔ ص ۵۹، ۶۰ (۳۷)
عبد الرزاق، حافظ۔ خدا ایں کرم بار دگر کن۔ ادارہ نقشبندیہ اویسیہ چکوال۔ ص ۸۷،
۸۹ (۳۸) ممتاز ظافر۔ منزل۔ فروغِ ادب اکیڈمی، گوجرانوالہ۔ ص ۲۱۶، ۲۱۷

# صلوٰۃ کافی سلام زیادہ

ہمیں یہ کہتا ہے حق تعالیٰ "صلوٰۃ کافی ، سلام زیادہ"
ہمارا ہر وقت ورد ہوگا، صلوٰۃ کافی، سلام زیادہ
بہ بارگاہِ رسولِؐ اکرم، جو لائے تو لائے امّتی ، ہم
فقط ارادت کا ایک ہدیہ، صلوٰۃ کافی، سلام زیادہ
خدا، اور اُس کے فرشتے اور ہیں درود گو ہیں درود خواں ہیں
مرے لیے اتنا ہے اضافہ، "صلوٰۃ کافی، سلام زیادہ"
حضورؐ کے جو ہیں نام لیوا، شبانہ روز ان کا ہے یہ شیوہ
حضورؐ پر ہمہ وقت پڑھنا، صلوٰۃ کافی، سلام زیادہ
یہ سچے مالک کا فیصلہ ہے، جو اُس نے ہم کو سُنا دیا ہے
کریں تو بس ایک یہ وظیفہ "صلوٰۃ کافی، سلام زیادہ"
سلام زیادہ صلوٰۃ کافی" اسی میں آئے اجل بھی میری
کہ ماحصل بھی ہے زندگی کا ، صلوٰۃ کافی، سلام زیادہ
مزا تو اُس خوش نصیب کا ہے، بروزِ محشر اُسی کی ہے سجے
ہے جس کے اعمال کا خلاصہ " صلوٰۃ کافی ، سلام زیادہ"
گیا جو عمرے کو مجھ سا عاصی، تو مکّہ میں بھی مدینہ میں بھی
ادا کرے گا یہی فریضہ ، صلوٰۃ کافی، سلام زیادہ
اگرچہ حلقہ درود کا ہو، سلام اس میں بھی خوب پڑھ لو
کہ سود یہ حکم ہے خدا کا " صلوٰۃ کافی ، سلام زیادہ"

# علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامّت کیسے بنے؟

شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ محمد اقبال (علیہ الرحمۃ) کے فکر و فلسفہ کی اساس محبت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے۔ عشق سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے گرد اقبال کا پورا پیغام گھومتا ہے۔ اقبال کے نزدیک اُمتِ مسلمہ کی بقا اور سلامتی عشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں پوشیدہ ہے۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ رو

بڑودہ یونیورسٹی (بھارت) کے ڈاکٹر وحید اشرف علامہ اقبالؒ کی نعتیہ شاعری کے متعلق کہتے ہیں "اقبال کے اشعار میں اسلام کا فلسفۂ حیات مضمر ہے لیکن یہاں فلسفہ، فلسفہ نہیں رہ جاتا بلکہ عشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جذبے میں ڈھل کر شعر کا پیکر اختیار کرتا ہے جس کے بغیر اقبال کی شاعری مجرد فلسفہ ہو کر رہ جاتی۔" [1]

ڈاکٹر فرمان فتحپوری لکھتے ہیں "ان کی پوری شاعری کا حقیقی محور سیرت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اُسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے حتیٰ کہ ان کے فلسفۂ خودی کا اصول الاصول بھی یہی ہے۔" [2]

علامہ اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) کو ان کی ملکی، ملّی اور اسلامی خدمات کی وجہ سے مختلف القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ انھیں مفکرِ پاکستان، مصورِ پاکستان،

Marfat.com

شاعرِ مشرق اور حکیم الامّت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مشہور صحافی (سابق ایڈیٹر "اقدام" لاہور) میاں محمد شفیع عرف م ش اُن کے لقب "حکیم الامت" کے ضمن میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"۱۹۳۰ء میں گرمیوں کے دن تھے۔ ڈاکٹر عبدالحمید ملک جو آج کل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں معلّم ہیں اور اُن دنوں انٹر کالجیٹ مسلم برادرہڈ کی روحِ رواں تھے (اب ڈاکٹر صاحب انتقال فرما چکے ہیں ــ محمود) تشریف لائے۔ علامہ نے ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان کی خیریت دریافت کی۔ پھر گفتگو کا دور چلا۔ دفعتاً ڈاکٹر عبدالحمید ملک نے سلسلۂ کلام کا رُخ پھیرتے ہوئے نہایت بے تکلفی سے پوچھا۔ "ڈاکٹر صاحب! آپ حکیم الامّت کیسے بنے؟"

علامہ اقبال نے بلا توقف فرمایا: "یہ تو کوئی مشکل نہیں، آپ چاہیں تو آپ بھی حکیم الامت بن سکتے ہیں"۔ ملک صاحب نے استعجاب سے پوچھا "وہ کیسے؟" علامہ اقبالؒ نے فرمایا "میں نے گن کر ایک کروڑ مرتبہ درود شریف کا ورد کیا ہے۔ آپ بھی اس نسخہ پر عمل کریں تو آپ بھی حکیم الامت بن سکتے ہیں"۔

میں سوچتا ہوں کہ حساب کیا جائے تو ایک کروڑ مرتبہ درود شریف کا مسلسل ورد کرنے کے لیے چار سال نو ماہ اور چھ دن درکار ہیں۔ علامہ اقبالؒ کو جب فراغت ملتی تھی تو وہ آقائے دو جہاں سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں درود و صلوٰۃ (سلام) کے تحائف بھیجتے تھے"۔ [۴]

میرے رفیقِ محترم، فیاض حسین چشتی نظامی نے "آب کوثر" میں اس مضمون کا حوالہ دیکھا تو کتاب کے مؤلف کو خط لکھا، نوائے وقت کے دفتر گئے، وہاں سے پرچہ لے کر آئے اور پھر میرے صاحبزادے اظہر محمود نے اپنے ہفتہ وار اخبار "ملتان روڈ نیوز" لاہور میں یہ اقتباس شائع کر دیا۔ [۵]

محمد حنیف شاہد نے اپنے اس مضمون میں ایک کروڑ مرتبہ مسلسل درود شریف پڑھنے کے لیے جو چار سال نو ماہ اور چھ دن کا عرصہ بتایا، اس سلسلے میں پریشانی

یہ ہے کہ مسلسل درود شریف کا ورد کرنے کی وضاحت کیسے ہو۔ فیاض حسین چشتی نے حساب لگایا کہ اگر ایک ہزار مرتبہ روزانہ درود پاک پڑھا جائے تو ایک کروڑ مرتبہ درودِ پاک پڑھنے کے لیے قریباً ۲۸ سال درکار ہیں۔ ۲؎

محمد حنیف شاہد نے مسلسل ورد کرنے کے حساب میں چار سال نو ماہ اور چھ دن نکالے، فیاض صاحب نے یہ فرض کر کے کہ اگر علامہ نے ایک ہزار مرتبہ روزانہ درودِ پاک پڑھا ہو تو ایک کروڑ کی تعداد پوری کرنے کے لیے ۲۸ سال کا عرصہ نکالا۔ ابھی ہم اسی حساب کتاب میں لگے ہوئے تھے کہ ۱۹۹۰ کا ماہنامہ "دعوت تنظیم الاسلام" گوجرانوالہ موصول ہوا۔ اس میں جریدے کے مدیرِ اعلیٰ محمد سعید احمد مجددی نے معروف ماہرِ امراض قلب ڈاکٹر رؤف یوسف (لاہور) کے حوالے سے لکھا ہے کہ علامہ اقبالؒ نے انھیں بتایا تھا کہ آلو مہار شریف والے حضرت خواجہ سید محمد امین شاہؒ نے انھیں روزانہ کثرت سے درودِ خضری پڑھنے کو کہا تھا۔ علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں ——— "اچانک یوں محسوس ہونے لگا کہ میرے جسم سے بوجھ اُتر رہا ہے، سینے میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہو رہی ہے ——— اور اس کے بعد میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اُس دن سے میرا معمول ہے کہ روزانہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتا ہوں"۔ ۳؎

اس حقیقت کی تائید کہ علامہ اقبالؒ کثرتِ درود خوانی کے باعث حکیم الامت ہوئے، ایک اور کتاب سے بھی ہوتی ہے مشہور مسلم لیگی لیڈر راجا حسن اختر کے صاحبزادے سلطان ظہور اختر نے اپنے والدِ گرامی پر ایک کتاب (جو راجا صاحب کا قلمی نام تھا) لکھی ہے۔ اس میں راجا صاحب کی تحریریں بھی شامل ہیں۔

ایک مضمون "بارگاہِ قلندر میں" ہے "حضرت علامہ کے علمی تبحر کے متعلق ایک دفعہ میں نے از راہِ عقیدت عرض کیا۔ "اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشرق و مغرب کے علوم کا جامع بنایا ہے۔" فرمانے لگے "ان علوم نے مجھے چنداں نفع نہیں پہنچایا

Marfat.com

مجھے نفع تو صرف اُس بات نے پہنچایا ہے جو میرے والد نے بتائی تھی"۔ مجھے جستجو ہوئی کہ اس سرِّ عظیم کو کس طرح معلوم کروں جس نے اقبال کو اقبال بنایا۔ آخر دل کو مضبوط کر کے عرض کیا " وہ بات پوچھنے کی میں جسارت کر سکتا ہوں"۔ فرمانے لگے "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صلوٰۃ درود"۔

میں سمجھتا ہوں کہ علامہ کے فارسی اور اُردو کلام میں حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ سے جتنی محبت وعقیدت پائی جاتی ہے اور جس طرح ان کا شہرہ عالم عام ہوا، ان کی ناموری روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے، ان سے دشمنی کرنے والے اور اُن کے خلاف آواز اُٹھانے والے زندہ نہیں رہے اور جس طرح آج ہر مذہبی مسلک، سیاسی زاویے اور معاشرتی گروہ سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنی گفتگو، تقریروں اور تحریروں میں اُن کے افکار واشعار سے بیگانہ نہیں رہ سکتے اور اُنھی کے حوالے سے اپنی زبان و بیان کو دقیع بناتے ہیں ——— اس کا واحد سبب ان کا عشقِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے اور عشق کے سبب انھوں نے اپنی زندگی کے بیشتر شب وروز آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کا ہدیہ پیش کرتے ہوئے گزارے ہیں۔

ذوق کہتا ہے کہ جو شخص روزانہ دس ہزار مرتبہ درودِ پاک پڑھے اور کئی سال تک مسلسل پڑھ کر ایک کروڑ کی تعداد پوری کرلے، ——— وہ پھر اس وظیفے کو چھوڑ نہیں سکتا۔ میری اس بات کی تائید درودِ پاک کا ہر عامل کرے گا۔ آپ اس وظیفۂ خداوندی میں مصروف ہو کر دیکھ لیجیے۔ اتنا سُرور آئے گا، اتنی کیفیتیں پیدا ہوں گی، ایسے ایسے فیوض وبرکات ملیں گے اور ایسے ایسے اسرار وغوامض کھلیں گے کہ اس سے پیچھے ہٹنے کا پھر کوئی سوال نہیں۔ آزمائش شرط ہے۔

میرا خیال ہے، جوں جوں علامہ درود پاک پڑھنے میں زیادہ مشغول ہوتے گئے ہوں گے، ان کی محبت کے درجات میں اضافہ ہوتا گیا ہوگا، ان کی محبتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کیفیتیں نعت کے جذبوں کی رنگا رنگ

دھنک لکیر تی گئی ہوں گی۔ ان کی نعتیہ شاعری پر گفتگو موضوع سے متعلق نہیں۔ صرف بہ اجمال ان کی ایک نظم کا تذکرہ کرتا ہوں جو اُنھوں نے انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے اجلاس میں "ابرِ گہربار" کے عنوان سے پڑھی تھی اور بعد میں "فریادِ اُمّت" کے نام سے چھپی۔ اس میں عشقِ محبوبِ کبریا (علیہ التحیۃ والثناء) کی شدّت ملاحظہ کیجیے:

تیری الفت کی اگر ہو نہ حرارت دل میں
آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا
یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا
قابَ قوسین بھی، دعوٰی بھی عبودیت کا
کبھی چلمن کو اٹھانا، کبھی پنہاں ہونا
یہی اسلام ہے میرا، یہی ایماں میرا
تیرے نظّارۂ رخسار سے حیراں ہونا

نظم میں علامہ اقبالؒ قوم کے حالِ زار کا نقشہ کھینچنے سے پہلے حضور رسولِ انام (علیہ التحیۃ والسلام) سے استمداد کی درخواست کرتے ہیں:

اے کہ تھا نوحؑ کو طوفاں میں سہارا تیرا
اور براہیمؑ کو آتش میں بھروسا تیرا
گرچہ پوشیدہ رہا حسن ترا پردوں میں
ہے عیاں معنیٔ لولاک سے پایہ ترا
ناز تھا حضرتِ موسیٰ کو یدِ بیضا پر
سو تجلّی کا محل نقشِ کفِ پا تیرا
چشمِ ہستی صفتِ دیدۂ اعمٰی ہوتی
دیدۂ کُن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا ۹

ذکر درودِ پاک کا تھا، اور بات یہ ہو رہی تھی کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

درودِ پاک کے عامل تھے۔ علامہ نے ڈاکٹر عبدالحمید ملک کو اپنے حکیم الامت ہونے کی وجہ بیان فرمائی، راجا حسن اختر کو نفع بخش وظیفہ بتایا، ڈاکٹر رؤف یوسف کو درودِ پاک سے پیدا ہونے والی کیفیتوں کے ذکر کے ساتھ اطلاع دی کہ وہ روزانہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے لیکن علامہ جانتے تھے کہ گفتار اور کردار میں مطابقت بہت ضروری ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ درودِ پاک پڑھنے کے ساتھ ساتھ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اختیار نہ کی جائے تو بات بنتی نہیں۔ اسی لیے فرماتے ہیں:

چوں بنامِ مصطفیٰؐ خوانم درود
از خجالت آب می گردد وجود
عشق مے گوید کہ اے محکومِ غیر
سینۂ تو از بُتاں مانندِ دیر
تا نہ داری از محمدؐ رنگ و بُو (۱)

(جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ گرامی پر درود پڑھتا ہوں تو میرا وجود ندامت کے باعث پانی پانی ہو جاتا ہے۔ عشق مجھے کہتا ہے کہ اے غیر کے محکوم! تیرا سینہ تو بتخانے کی طرح اصنام سے بھرا ہوا ہے۔ جب تک تُو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ و بُو کو اختیار نہیں کر لیتا، اپنے درود سے اُن کے نامِ نامی کو آلودہ نہ کر)

اللہ کریم ہمیں درودِ پاک پڑھتے رہنے اور اُس کو اپنے اوپر نافذ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

## حواشی:

(۱) "المیزان" بمبئی (ماہنامہ) امام احمد رضا نمبر۔ ص ۵۶۴ (۲) فرمان فتحپوری، ڈاکٹر۔ اردو کی نعتیہ شاعری۔ ص ۵، (۳) "نوائے وقت" لاہور (روزنامہ)

Marfat.com

اشاعت خاص ۲۱۔ اپریل ۱۹۸۸ (مضمون "فکرِ اقبال" قرآن وسنّت کی روشنی میں "۔
از محمد حنیف شاہد) ④ محمد امین، مفتی۔ آبِ کوثر۔ مطبوعہ فیصل آباد۔ ص ۱۱۳ ⑤
"ملتان روڈ نیوز" لاہور (ہفتہ وار اخبار)۔ ۹ مارچ ۱۹۹۰۔ ص ۳ (مستقل کالم "درود شریف")
⑥ ملتان روڈ نیوز۔ ۲۳ مارچ ۱۹۹۰۔ ص ۳ ⑦ دعوتِ تنظیم الاسلام "گوجرانوالہ
(ماہنامہ) مارچ ۱۹۹۰۔ ص ۶۷ ⑧ سلطان ظہور اختر (مؤلف) حسن آفاقی۔
مطبوعہ راولپنڈی۔ ص ۲۳۳ ⑨ باقیاتِ اقبال۔ بحوالہ "اقبال" قائدِ اعظم" اور
پاکستان از راجا رشید محمود۔ مطبوعہ لاہور۔ ص ۱۷، ۱۹۷۸ء ⑩ مثنوی "پس چہ باید
کرد اے اقوامِ شرق"۔ بحوالہ ماہنامہ "نعت" لاہور۔ درود و سلام، حصّہ سوم۔
دسمبر ۱۹۸۹۔ ص ۹۴۔

---

# درُود بھی سلام بھی

مرے حضورؐ ہیں حبیب خالقِ انام بھی
مرے حضورؐ نے کیا ہے عرش پر خرام بھی
شفیع ہیں مرے جو انبیاء کے ہیں امام بھی
جوان و پیر و طفل سب خواص بھی، عوام بھی
پڑھو مرے حضورؐ پر درود بھی، سلام بھی

مرے حضورؐ پر درود بھیجتا ہے خود خدا
یہی تو ایک کام ہے وظیفۂ ملائکہ
یہی ہے شغل جس میں ہیں رسلؑ، صحابہؓ، اولیاءؒ
تمھارے واسطے بھی حکم، مومنو! یہی ہوا
پڑھو مرے حضورؐ پر درود بھی، سلام بھی

نہ خوف دنیا والوں کا، نہ خواہش درم کریں
جو اہلِ عشق ہیں وہ اپنا رخ سوئے حرم کریں
بڑا ہی نیک کام ہے یہ، تم کرو یا ہم کریں
خدا بھی تم پہ خوش ہو اور حضورؐ بھی کرم کریں
پڑھو جو تم حضورؐ پر درود بھی، سلام بھی

وہ فرد بدنصیب ہے، ذلیل و خوار کیوں نہ ہو
خدا پسند کرتا ہی نہیں ہے ایسے شخص کو
پڑھے درود آپؐ پر نہ دل سے صبح و شام جو
تمھارے اپنے واسطے ضروری ہے کہ مومنو!
پڑھو مرے حضورؐ پر درود بھی، سلام بھی

Marfat.com

# دُرود شریف کتنا پڑھنا چاہیے

(۱۲ جون ۱۹۸۷ء کو مجلسِ سخن کے زیرِ اہتمام ہوٹل انٹرنیشنل میں ہونے والی تقریب "تذکارِ نعت گستر" بیادِ اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی میں دیا گیا درسِ حدیث)

عَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلٰوتِیْ فَقَالَ مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ کُلَّھَا قَالَ اِذًا تُکْفٰی ھَمَّکَ وَ یُکَفِّرُ لَکَ ذَنْبَکَ۔

حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں۔ آپ فرمائیں کہ میں درود پڑھنے کے لیے کتنا وقت مقرر کرلوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جتنا تم چاہو۔ میں نے عرض کیا، چوتھائی وقت؟ فرمایا، جتنا چاہو۔ اگر زیادہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا، نصف وقت؟ فرمایا، تمہاری مرضی۔ اگر اور زیادہ کرلو تو تمہارے لیے اور بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا، سارا وقت آپ پر درود ہی بھیجا کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر ایسا ہو تو تم غموں سے آزاد ہو گے اور تمہارے گناہ ختم ہو جائیں گے۔

حضراتِ مکرم! آپ نے علیم و خبیر خدا کے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو دہا پاک

کی اہمیت کے بارے میں کیا ارشاد فرما رہے ہیں اور اس پہلو سے کس طرح ہماری رہنمائی فرما رہے ہیں کہ درودِ پاک کتنا پڑھنا چاہیے۔ صحابی حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ پہلے ہی عرض کر دیتے ہیں کہ وہ اکثر اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا پر درودِ پاک بھیجتے رہتے ہیں۔ یہ حقیقت بیان کر دینے کے بعد عرض کرتے ہیں۔ بارگاہِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں کہ میں، کثرت سے آپ پر درود بھیجنے والا، آپ سے یہ پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ میں کتنا وقت اس کام پر صرف کیا کروں؟ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، جتنا چاہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ وقت کا چوتھائی؟ تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ جیسے تمھاری مرضی، لیکن اگر درود زیادہ کرلو تو تمھارے لیے زیادہ اچھا ہے۔ وہ نصف وقت اس پر صرف کرنے کی بات کرتے ہیں، پھر دو تہائی وقت درودِ پاک پڑھنے کی اجازت چاہتے ہیں تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی فرماتے ہیں ــــــ کہ جیسے تم چاہو، مگر اس کام کے لیے اور زیادہ وقت نکال لو تو تمھارے حق میں بہتر ہوگا۔ آخر کار صحابی عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میں سارا وقت اسی کام میں کیوں نہ صرف کیا کروں؟ تو آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس طرح تمھاری ساری خواہشیں پوری ہو جائیں گی، تمھارے سارے مقصد حاصل ہو جائیں گے، تم جو چاہو گے پالو گے ــــــ اور تمھارے سارے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے۔

مقصد یہ ہوا کہ کثرت سے درود بھیجنے والے کے بارے میں، خود حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یہ چاہتے ہیں کہ وہ اور زیادہ درود بھیجے تاکہ اس کے سارے گناہ دُھل جائیں، اس کی ساری خواہشات پوری ہو جائیں اور اسے کسی طرح کا کوئی خسارا نہ رہے۔

حضراتِ ذی وقار! جامع ترمذی کی یہ حدیثِ پاک درود و سلام کی اہمیت اور اس کے فضائل و فوائد سے متعلق نہیں ہے۔ اس سلسلے میں تو بہت سی احادیث مختلف کتبِ احادیث میں، مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ ان میں سے بہت

Marfat.com

سی احادیثِ مبارکہ آپ کے سامنے ہیں: آپ اس ارشادِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ سے بھی واقف ہیں کہ جو شخص ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، دس گناہ معاف کرتا ہے اور دس درجات بلند کرتا ہے ـــــ اگر ہم اس فرمان پر غور نہیں کرتے تو یہ ہمارا قصور ہے۔ ورنہ ذرا غور کریں تو عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ کہ اللہ نے مسلمانوں کو ایک حکم دیا، اس کی تعمیل تو ہم پر فرض ٹھہری۔ پھر خدا تعالیٰ کا یہ کہنا کہ اگر کوئی اس حکم کی تعمیل کرے تو میں اس پر یہ انعامات کروں گا۔ اور پھر، ان انعامات میں سے ایک یہ ہے کہ اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا۔ توجہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے پر، تعمیلِ حکم پر خوش ہو کر، اس پر رحمت نازل کرنے کا اعلان کیسا ہے! ـــــ جس شخص پر خود خدا تعالیٰ رحمت، ـــــ بلکہ دس رحمتیں نازل کرنے کا اعلان فرماتا ہے، اس کی خوش قسمتی، اس کے علوِ مرتبت کا کیا کہنا ـــــ ـــــ حضرات! ذرا یہ بھی دیکھیے اور سوچیے کہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے اگر ہم درود وسلام پیش کرنے کے فریضے سے غافل ہوئے تو ہمارا کیا بنے گا!!

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی روایت ہوا ہے۔ کہ بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اور یاد رکھیے کہ ایک اور حدیثِ پاک میں ہے کہ بخیل شخص کچھ بھی کرے، جنت کا حق دار نہیں۔ پھر آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا کہ جس نے میرے نام پر درود نہ پڑھا، اس نے مجھ پر جفا کی۔ حضرات! لعنت ہے اس شخص پر جو اپنے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی بھی ہو اور نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جفا بھی کرے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے۔ گرامی منزلت سامعین! جس اُمتی کے بارے میں رؤف ورحیم ہستی ذلت وخواری کی خبر سنائیں، اس کا کہاں ٹھکانا ہو سکتا ہے۔

برادرانِ محترم! جو حدیثِ پاک آج پڑھی گئی ہے، یہ درودِ پاک کی اہمیت سے

متعلق نہیں ہے، ہمارے گریبانوں کے متعلق ہے ـــــــ کہ ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور دیکھیں کہ محبت رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے تو ہم بہت کرتے ہیں لیکن آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر، سن کر یا پڑھ کر ان پر درود سلام بھی بھیجتے ہیں یا نہیں۔ ہمارے مولوی حضرات ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے بارے میں بہت کچھ بتاتے ہیں، ہمیں اس کی تلقین کرتے ہیں، ہمیں اس کی اہمیت بتاتے ہیں لیکن خود ان میں سے کتنے ہیں جو محبت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سبق دیتے ہوئے بھی اُن کے اسمِ گرامی لے کر درود وسلام بالالتزام پڑھتے ہیں۔

آپ کی ڈیوٹی ہے کہ آپ غور سے محفلوں اور جلسوں میں بیٹھے ہوئے مولویوں کو دیکھیے ان کے ارشادات کو غور سے سُنیے اور جانچیے کہ وہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے اور سنتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی لے کر یا سن کر درود وسلام پڑھتے ہیں یا نہیں۔ اگر آپ کسی مولوی، یا محبت سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کسی دعویدار کو اس صورت میں دیکھیں کہ آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی لیتے ہوئے اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا ـــــــ تو یقین کرلیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے مطابق اس بڑے سے بڑے مولوی یا مبلّغ یا نعت گو یا نعت خواں یا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیوا کی ناک خاک آلود ہے۔ اس کی ذلت وخواری کا اعلان خود حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما رکھا ہے۔

چنانچہ راجا رشید محمود جیسا عام شخص ہو، یا کوئی جیّد عالم اور جغادری مولوی ـــــــ ـــــــ آپ یہ غور فرمائیں کہ وہ خدا اور رسولِ خدا (جل شانہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) کا کوئی حکم آپ کو سناتا ہے تو خود اس کا کردار کیسا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے اپنی آنکھیں کھلی رکھا کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر درود وسلام پڑھنے کے لیے راجا رشید محمود صرف آپ ہی کو کہتا ہے یا خود بھی ایسا کرتا ہے۔

اب یہ بات بھی ہو جائے کہ درود پاک کون سا پڑھنا چاہیے، تو اس سلسلے میں بنیادی بات یہ ہے کہ، ہم عرفِ عام میں درود پڑھنا ہی کہتے ہیں لیکن اصل میں یہ درود وسلام

Marfat.com

پڑھنا ہے۔ کیونکہ اللہ کریم نے اپنے اور فرشتوں کے بارے میں تو فرمایا کہ درود بھیجتے ہیں لیکن اہلِ ایمان کو حکم دیا کہ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اُن پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھی بھیجو۔ "صَلُّوْا عَلَیْہِ" پر بھی بات ختم نہیں ہوئی، "صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا" پر بھی حکم ختم نہیں ہوتا۔ بات "سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" پر تکمیل پذیر ہو رہی ہے۔ یوں، مسلمانوں کے لیے حکم یہ ٹھہرا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود بھی پیش کریں اور سلام بھی۔ اور سلام بھی یوں بھیجو، جیسا سلام بھیجنے کا حق ہے۔ سلام بھیجو خوب —— یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو درود کی اہمیت بیان فرمائی کہ جو بھیجے گا، وہ اپنے مقاصد کو پالے گا، اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے —— اور جو نہیں بھیجے گا، اس کی ناک خاک آلود ہو گی یعنی وہ ذلیل و خوار ہو جائے گا۔ لیکن اللہ نے درود کے ساتھ سلام کا حکم بھی دیا ہے اور سلام کے بارے میں تاکید زیادہ فرمائی ہے۔

کہا جاتا ہے اور یہ درست ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب درود پاک کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس درودِ پاک کو پسند فرمایا جس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اب وجد کا اور ان کی آلِ اطہار کا ذکر ہے، جسے ہم درودِ ابراہیمی کہتے ہیں حضرات! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند کا اثر تو ہے کہ اللہ کریم نے یہ درودِ ابراہیمی نماز کے لیے ضروری کر دیا کہ ہر نماز میں تشہد کے دوران میں ہم اسے پڑھتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ استناد درست نہیں ہے کہ درودِ ابراہیمی کے علاوہ کوئی اور درودِ پاک نہیں پڑھنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کریم جل جلالہٗ کے حکم کے مطابق ہمیں کوئی ایسا درود پاک پڑھنا ہو گا جس میں سلام بھی ہو۔ اور درودِ ابراہیمی کے بارے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ صحیحین کے علاوہ ترمذی، دارمی، نسائی، ابنِ ماجہ، مسند احمد بن حنبل اور مستدرک حاکم میں درودِ ابراہیمی کے بارے میں جو حدیثِ پاک دسیوں صحابہ کرام سے مروی ہے، اس میں سلام کا ذکر پہلے ہے اور درودِ ابراہیمی کا بعد میں۔ صحابہ کرامؓ نے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ کو سلام کیسے پیش کریں، یہ فرمائیں کہ ہم

Marfat.com

آپ پر درود کس طرح بھیجیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے جو یہ عرض کیا کہ ہمیں سلام پیش کرنے کے بارے میں تو پتا ہے، —— اس کا مطلب یہ ہے کہ جو سلام تشہد میں پڑھا جاتا ہے یعنی "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ" اس کا علم تو صحابہ کرامؓ کو پہلے تھا، درود کے بارے میں بعد میں پوچھ لیا۔ معنیٰ یہ ہوا کہ درودِ ابراہیمی "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ" کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر پہلے سلام پیش کرلیا جائے ابراہیمی پڑھیں جیسے تشہد میں ہے۔ اگر درودِ ابراہیمی پہلے پڑھیں تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ بعد میں ضرور پڑھ لیں —— کہ اس کے بغیر حکمِ خداوندی کی تعمیل بھی نہیں ہوتی اور درودِ ابراہیمی جاری ہونے کی بنیاد بھی یہی ہے۔

حضراتِ مکرم! درود کوئی بھی پڑھا جاسکتا ہے لیکن اس میں سلام کا ہونا ضروری ہے —— درودِ ابراہیمی پڑھا کیجئے، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ کے ساتھ یا کوئی اور درود —— آج کی نشست کا اصل موضوع وہ حدیث پاک ہے جس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو "مَا شِئْتَ" فرماکر ہمیں یہ راہ سجھائی ہے کہ ہم جتنی دیر اس وظیفۂ خدا و ملائکہ میں مصروف رہیں، اچھا ہے۔ لیکن "فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکَ" فرماکر آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری بہتری کے لیے فرمایا کہ چوتھائی وقت، آدھا وقت، دو تہائی وقت سے بھی زیادہ، حتیٰ کہ تمام تر وقت اس کام میں صَرف کرنا ہماری دنیا و آخرت کے لیے اچھا ہے۔ اس لیے حضراتِ محترم! وجوب و استحباب کے چکر سے نکلیں اور اُن لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھریں جو زندگی بھر میں ایک مرتبہ درودِ پاک پڑھ لینے کی بات کرتے ہیں —— اور اپنی زندگی کے ہر لمحے پر درود و سلام کو حاوی کرلیں کہ یہی زندگی ہے۔ ورنہ شرمندگی ہی شرمندگی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شرمندگی سے بچائے۔

---

Marfat.com

# محافلِ میلاد

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ یعنی اے محبوبؐ! آپ فرما دیجیے کہ (لوگ) اللہ کے فضل اور اُس کی رحمت ہی پر خوشی کریں۔[1] یعنی مسرت و انبساط کا اظہار تو پھبتا ہی رحمتِ خداوندی اور فضلِ ایزدی پر ہے۔ اور یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت اور فضل مجسّم ہوا تو **محمد** (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کہلایا۔ حضور حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء کا وجود ہی ہے جو سب عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔[2] اللہ کریم جلّ و علا کا ہم پر فضل عظیم ہے کہ اس نے حضور رسول انام علیہ التحیۃ والسلام کو مسلمانوں کے لیے رؤف و رحیم بنا دیا۔[3] عالمین اور عالمین میں رہنے بسنے والی مخلوق میں سے کسی کو رحمت کی ضرورت ہو یا اہل ایمان کو رافت اور رحیمی کی حاجت ہو تو کوچۂ خیر البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی میں دریوزہ گری کرنا ہو گی، سرکارؐ کے دروازے ہی پر صدا لگانا ہو گی، وہیں سے رحمت ملے گی۔ پھر جنہیں یہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منائیں، ابتہاج و مسرت کی ہر ممکن صورت کو اختیار کریں، ——— وہ اس موقع پر دلی خوشی کا اظہار کیوں نہ کریں جب حضور نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تیرہ و تار خاکدانِ عالم کو منور فرمایا تھا، جب ان کا اس دنیائے آب و گل میں ظہور ہوا تھا، جب وہ آمنہؓ کی گود میں تشریف لائے تھے۔

خداوندِ قدوس و کریم نے بندوں کو یہ ہدایت بھی فرمائی کہ اس کی نعمت پر اس کا شکر بھی کریں اور اس نعمت کا پرچار بھی کریں۔ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

(اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو)[4] ہمیں اپنے خالق و مالک جل شانہٗ کی ہر نعمت کا ذکر کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی بہت سی نعمتیں قرآن مجید میں گنوائی بھی ہیں لیکن کسی نعمت کو اگر اپنا احسان کہا ہے تو صرف آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کو۔[5]

اور حضور فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کی پیدائش تو اس وقت ہوئی تھی جب حضرت آدمؑ ابھی ماء و طین کے درمیان تھے، ابھی اس پیکر کو تراشنے کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا، —— جب سرکارؐ کو دنیا میں بھیجا گیا تو مبعوث کیا گیا۔ چنانچہ آقا حضورؐ کی اس دنیا میں تشریف آوری کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان گردانا۔ مالکِ حقیقی کی نعمتوں کا شمار نہیں، اس کے احسانات بہت ہیں لیکن ایک احسان جو اس نے گنوایا، جس کا باقاعدہ ذکر کیا، وہ اس کے محبوب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اس دنیا میں تشریف لانا ہے۔ پھر ہمارے لیے یہ ضروری کیوں نہ ہو کہ ہم اس نعمت کا پرچار کریں، اس احسان پر مسرت کا اظہار کریں، اس کرم پر اپنے خالق کے گُن گائیں۔

جب یہ بات طے ہو گئی کہ حضورؐ خدا تعالیٰ کی رحمت ہیں اور خدا تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت پر خوشیاں منانے کا حکم فرماتا ہے، —— اور حضورؐ کی تشریف آوری اللہ کا مسلمانوں پر احسان ہے اور انہیں اپنے رب کی نعمتوں کا خوب خوب ذکر کرنے کی ہدایت ہے، تو معاملہ صرف یہ رہ جاتا ہے کہ خاص طور سے ایک دن (۱۲ ربیع الاول) کیوں منایا جائے، کسی خاص دن تک خوشی اور ذکر کو محدود کرنا کیوں؟

حقیقت یہ ہے کہ خوشی منانے کا یہ ذکر کسی خاص دن یا مہینے تک محدود نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ جلّ مجدہٗ کے حکم کے بین السطور یہی تلقین ہے کہ جب بھی خوشی مناؤ، اللہ کے فضل اور رحمت پر مناؤ، اور اسے اپنی زندگی کے تمام لمحوں پر پھیلا لو، کہیں محدود نہ کرو۔ لیکن رب کی نعمتوں کے پرچار کا جو حکم ہے اور جس طرح حضورؐ کی بعثت کو اللہ نے اپنا احسان فرمایا ہے، اس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضورؐ کی پیدائش کے دن خاص طور پر اللہ کے اس احسان کا ذکر ہونا چاہیے۔ پھر قرآن مجید میں یہ بھی

ہے وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ (اور انہیں اللہ کے دن یاد دلا) یعنی کچھ ایسے دن ہوتے ہیں جو "ایام اللہ" ہوتے ہیں، اور انہیں یاد دلانا یا ذکر نا ضروری ہے اور انبیاء کو اس تلقین کے ساتھ دنیا میں بھیجا جاتا ہے کہ وہ ایسے دنوں کی یاد دلائیں۔ ابن جریر، خازن، مدارک اور مفرداتِ راغب میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت اُبی بن کعبؓ، حضرت قتادہؓ، حضرت مجاہدؒ اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ "ایام اللہ" سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعامات فرمائے ۔

پھر جس دن مسلمانوں پر اللہ کا احسان ہوا ہو، اللہ کی سب سے بڑی نعمت عطا کی گئی ہو، اس کا ذکر بطورِ خاص کیوں نہ ہو، ——— اور وہ خاص طور پر کیوں نہ منایا جائے۔

حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دوشنبہ (پیر) کے دن اس دنیا میں ظہور فرمایا۔ ایک سائل نے آپ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں استفسار کیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذَالِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُّ فِيهِ (یہ میرا روزِ ولادت ہے) اس کا مطلب یہ ہوا کہ آقا حضورؐ نے ہمیں بتا دیا کہ میرے یوم پیدائش کو بھلا نہ دینا، اس دن خوشی کرنا تمہارے لیے ضروری ہے، اس دن اللہ کے اس انعام اور احسان کا خوب ذکر کرنا۔

یہ درست ہے کہ جس بڑے پیمانے پر آج کل عیدِ میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) منائی جاتی ہے، اس طرح صحابۂ کرام یا تابعین، تبع تابعین کے زمانے میں نہیں منائی گئی بلکہ کئی صدیوں تک اس کا نشان نہیں ملتا۔ علامہ محمد عالم آسیؒ نے اپنے ایک تحقیقی مضمون میں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود صحابۂ کرامؓ کے سامنے تھے، اس وقت تو اس ذکر کی ضرورت نہ تھی اور عہدِ صحابہؓ میں بھی اتنی فرصت نہ تھی کہ مسائل اتنے، تنازعات محیر العقول اور لڑائیاں معرکۃ الآرا تھیں کہ مجالسِ میلاد جیسے مستحسنات کی طرف متوجہ ہونا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ عہدِ امامت میں اسلام میں رخنہ اندازی کی کوششیں، علومِ جدیدہ اور

Marfat.com

اقوامِ عجمیہ کی دخل دہی اور دوسرے مسائل میں جمع احادیث، تدوینِ مسائل اور جمعِ روایات پر جو توجہ دی گئی، وہی بڑی بات ہے۔ علامہ آستی لکھتے ہیں "تاریخی نقطۂ نگاہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ مجالسِ میلاد یا مجالسِ ذکر و شغل کی طرف مسلمانوں کی زیادہ تر توجہ اُس وقت ہوئی جبکہ ضروریاتِ اسلام سے فراغت پاکر مسلمان اپنی حکومت اور اسلامی ترقیات سے بہرہ ور ہوکر آرام سے زندگی بسر کرنے لگے اور غیر اقوام کے میل جول نے ان کو اِس امر کی طرف مجبور کیا کہ جس طرح وہ لوگ اپنے اسلاف کی یادگاریں قائم کرتے تھے، اسی طرح دوش بدوش مسلمان بھی اسلامی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لیے مجبور ہو گئے کہ وہ بھی ایام اللہ کے منانے کی کوشش کریں۔" ۹

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس دوران میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے یومِ پیدائش کی اہمیت ہمارے اسلاف کے پیشِ نظر نہیں تھی (جب اصحابِ رسولؐ رضی اللہ عنہم) نے سرکارؐ کی زبانِ مبارک سے یہ سُنا ہو گا کہ سرکارؐ اس لیے پیر کو روزہ رکھتے ہیں کہ اُس دن وہ اِس دنیائے آب و گِل میں تشریف لائے تھے، تو میلادِ سرکارؐ کے بارے میں اُن کے دلوں میں کیا کیا خیالات پیدا نہیں ہوئے ہوں گے۔ امام شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" ۱۰ میں محافلِ میلاد کی اہمیت کے بارے میں خلفائے راشدین اور بزرگانِ دین کے اقوال دیے گئے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَنْ اَنْفَقَ دِرْهَمًا علی قراءۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان رفیقی فی الجنۃ (جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے تقریب میں ایک درہم بھی خرچ کیا، وہ جنت میں میرا ساتھی ہو گا۔) سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے مَنْ عَظَّمَ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد احیی الاسلام (جس نے میلادِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی، ضرور اس نے اسلام کو زندہ کیا)

سیدنا عثمانِ غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے مَنْ اَنْفَقَ دِرْھَمًا قراءۃِ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانما شھد غزوۃ بدر وحنین (جس نے مولدِ سرکارؐ کے لیے ایک درہم بھی خرچ کیا، گویا وہ غزوۂ بدر وحنین میں حاضری کی سعادت پائی) سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا فرمان ہے مَنْ عظم مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان سبب القراءۃ لایخرج من الدنیا الا بالایمان و یدخل الجنۃ بغیر حساب (تعظیم وتکریم کے ساتھ محفلِ میلاد کا اہتمام کرنے والے کا خاتمہ بالخیر ہوگا اور وہ بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا۔) [۱۱]

"تنویر فی مولد السراج المنیر"[۱۲] میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضورؐ کے واقعاتِ ولادت بیان فرما رہے تھے اور اظہارِ مسرت کر کر کے اللہ کا شکر بجالا رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیج رہے تھے۔ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا، تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف گزر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامر اپنے کنبہ والوں اور بیٹوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعاتِ ولادت سکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا، یہی دن تھا (یعنی پیر کا دن جس میں حضورؐ اس عالم دنیا میں رونق افروز ہوئے) آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا، نجات پائے گا۔" [۱۳]

امام ابنِ حجر ہیتمی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "اگر میرے پاس اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو میں اسے بھی میلادِ مصطفیٰ (صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم) کی نذر کر دیتا۔" [14] انہوں نے اس ضمن میں حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولود کی تقریب میں قدر و عزت سے حاضری دی، ضرور وہ اپنے ایمان میں کامیاب نکلا۔" [15] اسی طرح حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا "جس شخص نے میلاد النبیؐ کی تعظیم کے لیے لوگوں کو جمع کیا، کھانا کھلایا، چراغاں کیا، نئے کپڑے زیب تن کیے اور خوشبو لگائی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے نبیوں کی رفاقت عطا کرے گا اور اس کا مقام اعلیٰ علیین ہوگا۔" [16]

امام احمد بن محمد القسطلانی، شارح بخاری، امام جزری کی زبان روایت کرتے ہیں کہ "اہل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے مہینے میں ہمیشہ سے میلاد کی محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے اور دعوتیں کرتے اور ان راتوں میں قسم قسم کے صدقے دیتے اور خیرات کرتے اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور آپؐ کا میلاد پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ کے فضل عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ اور میلاد شریف کے خواص میں سے آزمایا گیا ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے، وہ سال مسلمانوں کے لیے حفظ و امان کا سال ہوتا ہے اور میلاد منانے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ولادت کی مبارک راتوں کو خوشی و مسرت کی عیدیں بنا لیا۔" [17]

تفسیر "روح البیان" میں سورۂ فتح کی آیۂ کریمہ "محمد رسول اللہ ۔۔۔" کے تحت لکھا ہے۔ "ابن حجر الہیتمیؒ فرماتے ہیں کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور میلاد شریف کرنا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اسی طرح بدعت حسنہ ہے۔ سخاویؒ نے فرمایا کہ میلاد شریف تینوں زمانوں میں سے کسی نے نہیں کیا، بعد میں ایجاد ہوا۔ اس کے بعد ہر طرف اور ہر شہر کے مسلمان مولود شریف کرتے رہے ہیں اور طرح طرح کے صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد

پڑھنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اس محفلِ مقدس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوتا ہے۔ امام جوزیؒ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتا ہے اور حصولِ مراد کی خوشخبری حاصل ہوتی ہے۔"[۱۸]

حضرت ابنِ حجر ہیتمیؒ کی کتاب "النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ امام المحدثین ابن جوزیؒ چھٹی صدی کے حنبلی مذہب کے مشہور محدث ہیں، حضرت غوثِ اعظمؒ کے ہم عصر ہیں۔ اپنی کتاب "مولد النبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھتے ہیں "عرب کے شرق و غرب، مصر و شام اور تمام آبادیٔ اہلِ اسلام میں، بالخصوص حرمین شریفین میں مولد النبیؐ کی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ ماہِ ربیع الاوّل کا ہلال دیکھتے ہی خوشیاں کرتے ہیں، قیمتی کپڑے پہنتے ہیں، قسم قسم کی زینت کا اظہار کرتے ہیں، خوشبو اور سرمہ لگاتے ہیں۔۔۔۔ اور اس کے عوض میں خدا کی طرف سے بڑی کامیابی اور خیر و برکت حاصل کرتے ہیں۔"[۱۹] امام ابن جوزی کی کتاب "مولد العروس" کا اردو ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر شریف احمد صاحبزادہ نے "میلادِ رسولؐ" کے نام سے کیا ہے اور حال ہی میں سیالکوٹ سے شائع ہوا ہے۔ یہ مولود نامہ محبتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان میں، عقیدت کے جذبات کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

علامہ اسمٰعیل بن عمر ابن کثیرؒ (صاحبِ تفسیر ابنِ کثیر) کے مولود نامہ "مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کا قلمی نسخہ امریکہ کی پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری سے ڈاکٹر صلاح الدین منجد کو ملا، اس کے تیسرے ایڈیشن مطبوعہ دار الکتاب الجدید بیروت لبنان (۱۹۷۰ء) کا اردو ترجمہ مولانا افتخار احمد قادری نے کیا اور ۱۹۸ء میں لاہور سے چھپا۔

مُلّا علی قاری، مورد الروی کے دیباچے میں فرماتے ہیں "ہمیشہ سے اہلِ اسلام ہر سال محفلِ میلاد منعقد کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میلاد خوانی کرتے ہیں اس کی برکت سے ان پر فضلِ خداوندی کی بارش ہوتی ہے۔"[۲۰]

شیخ الاسلام ابنِ حجر ہیتمی نے امام فخر الدین رازیؒ کے میلادِ سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے متعلق کئی اقوال نقل فرمائے ہیں اور کھانے پینے کی مختلف اشیا پر میلاد پاک پڑھنے کی برکات کا ذکر فرمایا ہے۔ انہوں نے امام شافعیؒ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ "جو شخص محفل میلاد کا اہتمام و انصرام کرے، لوگوں کو جمع کرے، کھانا تیار کرائے اور اچھے کام کرے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے صدیقین، صالحین اور شہداء کے ساتھ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے گا۔" ۲۱

حضرت سری سقطی قدس سرہٗ کا فرمان ہے "جس شخص نے محفل میلاد میں شرکت کا ارادہ کیا، گویا اس نے ریاض الجنۃ کا قصد کیا کیونکہ محفل میلاد میں شرکت کا سبب محبت رسولؐ ہے اور آنحضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ارشاد ہے کہ "میرے ساتھ محبت کرنے والا جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔" ۲۲

شیخ احمد بن خطیب عسقلانیؒ "مواہب اللدنیہ" میں فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے جمعہ میں ایک ایسی گھڑی صرف اس لیے رکھی ہے کہ اس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام جمعہ کو پیدا ہوئے اور پیر جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوم ولادت ہے، اس کی شان کیا ہوگی۔" ۲۳

شاہ احمد سعید مجددی نے امام ابو محمد عبد الرحمٰن بن اسمٰعیلؒ کا ارشادِ گرامی نقل کیا ہے کہ "ہمارے زمانے کا بہترین نیا کام ہر سال نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے دن صدقات، خیرات کرنا، زیب و زینت اور مسرت کا اظہار ہے۔ کیونکہ اس میں فقراء پر احسان بھی ہے اور محفلِ میلاد کرنے والے کے دل میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم و تکریم کی علامت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکر ہے کہ اس نے تمام جہانوں کے لیے باعثِ رحمت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔" ۲۴

امام جلال الدین سیوطیؒ نے میلاد شریف کی تاریخی و شرعی حیثیت پر ایک کتاب لکھی "حسن المقصد فی عمل المولد۔" اس کا اردو ترجمہ پروفیسر محمد طفیل سالک نے کیا ہے اور لاہور کے کتب فروشوں سے دستیاب ہے۔ اس کتاب میں

Marfat.com

یشیخ تاج الدین عمر بن علی فاکہانی اور ابو عبداللہ ابن الحاج کے میلاد شریف پر اعتراضات کا جواب دیا ہے اور امام شمس الدین ابن الجزریؒ کے مولود نامے "عرف التعریف بالمولد الشریف" اور حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقیؒ کی کتاب مورد الصادی فی مولد الہادی" کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے حافظ دمشقی کے تین شعر بھی نقل کیے ہیں جن میں ابولہب کے اپنی لونڈی ثویبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی میں آزاد کرنے کے نتیجے میں اس کے عذاب کی تخفیف کا ذکر ہے۔ آخری شعر میں وہ کہتے ہیں کہ اگر حدیث کی رُو سے ہر پیر کو اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو اُس بندۂ مومن کے بارے میں کیا خیال ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی مناتا رہا۔" ۲۵

امام محمد طاہرؒ نے اپنی کتاب "مجمع البحار" ربیع الاول میں مکمل کر لی تو کتاب کے آخر میں لکھا "خدا کے فضل و توفیق سے کتاب کا آخری ثلث ماہِ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کی رات کو پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ یہ خوشی اور کامرانی کا مہینہ ہے اور انوار و رحمت کا سرچشمہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر سال اس موقع پر اظہارِ مسرت کیا کریں۔" ۲۶

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "۱۲ ربیع الاوّل کو ہم نے نیازِ نبوی کے لیے قسم قسم کے کھانے پکانے اور ایک محفلِ مسرت قائم کرنے کو کہا۔" ۲۷ اسی مکتوب میں آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں کہ "اچھی آواز کے ساتھ قرآن، قصیدے، نعت شریف اور فضائل بیان کرنے میں کیا مضائقہ ہے؟" ۲۸

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں میلاد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد شریف میں حاضر ہوا۔ لوگ آپ پر درود پڑھتے اور آپ کی ولادت کا ذکر کرتے تھے اور ان معجزات کا ذکر کرتے تھے جو آپ کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ یکبارگی کچھ انوار اس مجلس سے بلند ہوئے۔ میں نے ان انوار میں تامل کیا تو معلوم ہوا کہ ان ملائکہ کے انوار ہیں جو ایسی متبرک محافل میں حاضر ہونے پر مقرر ہیں۔ میں نے دیکھا کہ انوارِ ملائکہ اور انوارِ رحمت آپس میں ملے

Marfat.com

ہوئے ہیں۔" ۲۹

دُرِّ الثمین میں ہے، شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں "میرے والد ماجد نے مجھے بتایا کہ میں میلاد کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکواتا تھا۔ ایک سال بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ آیا تو وہی لوگوں میں تقسیم کر دیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے آپ کے روبرو پڑے ہیں اور آپ بہت ہی مسرور و خوش ہیں۔" ۳۰

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں کہ فقیر کے مکان پر سال میں دو مجلسیں، ایک ذکر وفات، دوسری ذکر شہادت حسنینؓ کی ہوتی ہیں۔ سیکڑوں آدمی جمع ہوتے ہیں، درود شریف اور قرآن شریف پڑھا جاتا ہے، وعظ ہوتا ہے، پھر سلام پڑھا جاتا ہے۔" ۳۱

شیخ محمد رضا (قاہرہ)، نے اپنی تالیف "محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھا۔" امام ابوشامہ شیخ نوویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے دور کا نیا مگر بہترین اختراع آنحضرتؐ کے یوم ولادت کا جشن منانے کا عمل ہے جس میں اس مبارک خوشی کی مناسبت سے صدقہ خیرات محفلوں کی زیبائش وآرائش اور اظہارِ مسرت کیا جاتا ہے۔ یہ مبارک تقریبات فقراء سے حسنِ سلوک کے علاوہ اُمتیوں کی آنحضرتؐ سے والہانہ عقیدت و محبت اور اہلِ محفل کے دل میں آپ کی فضیلت وعظمت کی پختگی اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجنے والے کے قلبی شکر و امتنان کا احساس دلاتی ہیں۔" ۳۲

## محافلِ میلاد کا آغاز

سید سلیمان ندوی ربیع الاول کی شان بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔" یہ وہ مہینا ہے جو ہماری قابلِ عزت تاریخ کا دیباچہ ہے اور ہمارے روشن دنوں کی صبح ہے۔ خدا اس بندے پر اپنی رحمت نازل کرے جس نے اس مہینے کو ولادتِ نبویؐ کی یادگار اور مجلسِ میلاد کا زمانہ بنایا۔ ملک معظم مظفرالدین پہلا شخص ہے جس نے مجلسِ میلاد قائم کی۔" ۳۵

Marfat.com

ملک مظفر الدین کا کبوری ۵۴۹ھ میں پیدا ہوا تھا لیکن حسن مثنیٰ ندوی لکھتے ہیں کہ سرکاری مجلس مولود سلطان ملک شاہ سلجوقی[۳۶] نے ۴۸۵ھ میں بغداد میں منعقد کی تھی[منتہی ۳۷]

امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے۔ اس کے بعد سے تمام ممالک اور امصار میں مسلمانانِ عالم عیدِ میلاد النبیؐ مناتے چلے آرہے ہیں۔ وہ اِن دنوں میں خیرات و صدقات کرتے اور میلاد النبیؐ کی مجالس منعقد کرتے ہیں جن کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عام فضل و کرم ہوتا ہے۔[۳۸]

سرکاری مجلس میلاد شاید سب سے پہلے ملک شاہ سلجوقی نے منائی لیکن ملک مظفر الدین شاہِ اربل جس محبت و عقیدت کے ساتھ ہر سال مجالسِ میلاد کا اہتمام کرتا تھا اور اسی کے زیرِ اثر "التنویر فی المولد السراج المنیر" جیسی معرکۃ الآرا کتاب لکھی گئی۔ اسی کے پیشِ نظر امام سیوطیؒ اور علامہ سید سلیمان ندوی نے اس کا بطورِ خاص ذکر کیا ہے۔

"انوارِ ساطعہ" میں ہے کہ ۷۸۵ھ میں مصر کے شہنشاہ نے محفلِ میلاد کے اہتمام کے لیے دس ہزار مثقال سونا خرچ کیا۔[۳۹] شیخ محمد رضا (مصری) لکھتے ہیں "سلطان ابوحمو موسیٰ شاہِ تلمسان بھی عید میلاد النبیؐ کا عظیم الشان جشن منایا کرتے تھے جیسا کہ ان کے زمانے میں اور ان سے قبل مغربِ اقصیٰ و اندلس کے سلاطین بھی منایا کرتے تھے۔"[۴۰]

مولانا حسن مثنیٰ ندوی سلطان ملک شاہ سلجوقی کی مجلسِ مولود کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی، اس لیے تاریخ کے صفحات میں اس کو جگہ ملی۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ مجلسِ مولود اور تذکارِ رسولِ مقبولؐ کا آغاز یہیں سے ہوا۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ یہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ عیدِ میلاد النبیؐ کا آغاز قیامِ پاکستان کے بعد ہوا۔ حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ قیامِ پاکستان سے پہلے مجالسِ میلاد النبیؐ کتنے اہتمام سے منعقد کی جاتی تھیں۔ ماہِ مبارک ربیع الاوّل کی چھوٹی بڑی مجلسیں تو الگ رہیں، یہ حال تھا کہ موقع مسرت کا ہو یا غم کا، مسلمان

تذکارِ رسولؐ ہی کے دامن کا سہارا لیتے تھے۔ کوئی اپنا مکان بنا کر تیار کرتا تھا تو اس کا افتتاح بھی مجلس میلاد ہی سے ہوتا تھا۔ مسلمان اس کو ہمیشہ موجبِ برکت وسعادت سمجھتے رہے، دوسرے فیوض جو اس سے حاصل ہوتے تھے، وہ علیحدہ ہیں۔" [۴۱]

واقعہ یہ ہے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا میں ظہور پذیر ہونے کا ذکر کسی نہ کسی طریق سے ہمیشہ ہوتا رہا۔ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود پیر کو روزہ رکھنے کی وجہ بتائی کہ آپ اُس دن اِس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے تھے، جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے میلاد کے ذکرِ خیر کی فضیلت بیان کی، جب حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک قوم کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا ذکر فرما کر اللہ کا شکر ادا کرتے رہے ——— تو مجالسِ میلاد کے جواز میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ ہاں، یہ درست ہے کہ جس شان وشوکت سے آج کل یہ دن منایا جاتا ہے، پہلے اتنی شان وشوکت سے نہیں منایا جاتا تھا۔ اس کی وجہ آغاز میں عرض کی جا چکی ہے۔ علامہ محمد عالم آسی لکھتے ہیں:

"یوں تو تخم ریزی کے طور پر یہ عید عہدِ صحابہ میں ہی منائی جاتی تھی مگر اس شان وشوکت اور زیب وزینت سے نہیں جیسا کہ آج کل ملکِ مصر میں شاہِ مصر اور اہلِ مصر مناتے ہیں۔ کیونکہ عہدِ صحابہؓ میں تمام کام بالکل سادہ نمونہ پر تھے۔ یہاں تک کہ قرآن شریف پر حرکات اور نقاط بھی بہت کم تھے تو جس طرح قرآن شریف پر بعد میں اور خصوصاً آج کل رنگ آمیزیاں کی گئی ہیں، ان کا دسواں حصہ بھی اُس وقت موجود نہ تھا۔ اسی طرح عیدِ میلاد النبیؐ پر ایثار اور اخلاص کے آثار جس قدر تمدن اور فارغ البالی ہوتی گئی، اسی قدر نمودار ہوتے گئے۔" [۴۲]

ہفت روزہ "اہلِ حدیث" لاہور میں مولانا حکیم عبدالرحمٰن خلیق امرتسری نے اپنے ایک مضمون میں تقاریبِ عیدِ میلاد کے سلسلے میں لکھا "اس تقریب کا انعقاد کوئی نئی دریافت نہیں تھی بلکہ ہمارے بعض مؤرخین نے چند صدیاں قبل موصل وغیرہ کے دیار و امصار میں وہاں کے بعض سلاطین و عمائدین سلطنت کے اہتمام میں اس کے منائے

Marfat.com

جانے کا ذکر کیا ہے"۔ ۴۳

جن باقاعدہ مجالسِ میلاد کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے ان میں ۴۸۵ھ میں ملک شاہ سلجوقی کے زیرِ اہتمام بغداد میں ہونے والی مجلس کے بعد، ملک مظفر الدین کاکبوری کا اس سلسلے میں خاص اہتمام نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر صلاح الدین منجد ابنِ خلکان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "مظفر الدین جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنے عظیم پیمانے پر منایا کرتا تھا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مظفر الدین اس جشن کو دینی اور دنیوی دونوں عید کی حیثیت دیتا تھا۔ اندازے کے مطابق یہ جشن جامع مظفری (سر زمین دمشق پر حنابلہ کی بہت بڑی مسجد جو مظفر الدین نے تعمیر کروائی تھی) میں ہوتا رہا ہو گا"۔ ۴۴

امام جلال الدین سیوطیؒ نے سبط ابن الجوزی کی "مرآۃ الزمان" کے حوالے سے لکھا ہے کہ "سلطان مظفر (کاکبوری والیٔ اربل) کے ہاں میلاد شریف میں شریک ہونے والے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے خود شمار کیا کہ شاہی دستر خوان میں پانچ سوختہ بکریاں، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ آبخورے اور تیس ہزار ٹوکرے شیریں پھلوں کے لدے پڑے تھے..... میلاد شریف کی تقریب پر، سلطان کے ہاں بڑے بڑے جیّد علماء اور جلیل القدر صوفیہ آتے تھے، جنہیں وہ خلعت و اکرامِ شاہی سے نوازتا تھا۔ صوفیہ کے لیے ظہر سے لے کر فجر تک محفلِ سماع ہوتی جس میں وہ بنفسِ نفیس شریک ہوتا۔ ہر سال میلاد شریف پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا..... اس کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب، جو سلطان ناصر صلاح الدین کی ہمشیرہ تھی، بیان کرتی ہے کہ اس کی قمیص موٹے کرباس (کھدر کی قسم کے کپڑے) کی ہوتی تھی جو پانچ درہم سے زیادہ لاگت کی نہیں ہوتی تھی۔ کہتی ہے ایک بار میں نے اس سلسلے میں انہیں ٹوکا تو انہوں نے کہا، میرے لیے پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ و خیرات کر دینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑے پہنا کروں اور کسی فقیر اور مسکین کو خیرباد کہہ دوں"۔ ۴۵

علامہ سیّد سلیمان ندوی نے محفلِ میلاد کے سلسلے میں سلطان مظفر الدین کے حسنِ عقیدت کو مزید تفصیل سے بیان کیا ہے۔ "محرم سے اوائل ربیع الاوّل تک

Marfat.com

لوگوں (علما، صوفیہ، واعظین، حفاظ، شعرا .....) کے آنے کا سلسلہ قائم رہتا تھا اور مظفر الدین کا کبوری لکڑی کے قبّے اور خیمے قائم کرتا تھا۔ ہر قبّہ چار منزلہ پانچ منزلہ ہوتا تھا ..... جب صَفر کی پہلی ہوتی تھی تو ان قبّوں اور خیموں میں آرائش ہونی شروع ہوتی تھی۔ یہ قبّے قلعے کے دروازے سے لے کر خانقاہ کے دروازے تک جو میدان کے قریب تھا، کھڑے رہتے تھے۔ مظفر الدین ہر روز عصر کے بعد یہاں آتا تھا اور ایک ایک قبّہ پر کھڑا ہو کر گانا سنتا تھا اور سیر کرتا تھا اور خانقاہ میں رات گزارتا تھا اور اس میں بزم سماع منعقد کرتا تھا۔ نمازِ صبح کے بعد سوار ہو کر شکار کو نکلتا تھا، دوپہر کے قریب شکار سے قلعے میں واپس آتا تھا اور اسی طرح ہر روز، شبِ ولادت تک کرتا تھا۔ مجلسِ میلاد ایک سال ربیع الاول کی آٹھویں کو کرتا تھا اور ایک سال بارھویں کو۔ جب شبِ ولادت کے دو دن باقی رہ جاتے تھے تو بے انتہا، اونٹ، گائیں یا بھیڑ بکریاں نکالتا تھا اور ان کو باجے گانے کے ساتھ میدان تک لے جاتا تھا۔ پھر اُن کو ذبح کر کے قربان کرتے تھے اور ہانڈیوں میں قسم قسم کے کھانے پکاتے تھے۔ جب شبِ میلاد آتی تھی تو بزمِ میلاد منعقد کرتا تھا، پھر قلعے سے اترتا تھا اور اس کے آگے آگے بہت شمعیں روشن ہوتی تھیں اور ان شمعوں میں دو یا چار بڑی بڑی شمعیں خاص جلوس کی ہوتی تھیں ..... یہاں تک کہ بادشاہ خانقاہ تک پہنچ جاتا تھا۔ اور اسی شب کی صبح کو قلعے سے سب سامان منگواتا تھا ..... میدان میں ..... محتاجوں کی دعوت ہوتی تھی اور عام دسترخوان جمع ہونے والوں کے لیے بچھتا تھا۔ اس طرح عصر تک رہتا تھا اور پھر رات کو وہیں خانقاہ میں بادشاہ رہتا تھا اور صبح تک سماع ہوتا تھا۔" [۴۶] صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں "یہ بادشاہ خود عالم، عادل، صاحبِ اخلاقِ حسنہ اور نہایت بزرگ شخص تھا۔" [۴۷]

## مولودیہ ابنِ دحیہ اور ابنِ کثیر کی کتابیں

مولود شریف کی سب سے پہلی مربوط کتاب سلطان مظفر الدین کے زیرِ اثر حافظ ابو الخطاب عمر بن حسن ابنِ دحیہ محدث اندلسی نے لکھا۔ ابنِ خلکان نے ان کے

حالاتِ زندگی میں لکھا: "وہ جید علما اور مشاہیر فضلا میں سے تھے۔ مغرب سے شام و عراق آئے۔ راستے میں ۶۰۴ھ میں اربل کے علاقے سے گزرے۔ اس کے حکمران ملک معظم مظفر الدین بن زین الدین کو دیکھا کہ وہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا اہتمام کرتا ہے تو اس کے لیے کتاب "التنویر فی المولد ۔ ۔ ۔" لکھی اور خود اسے پڑھ کر سنائی۔ ہم نے اس کتاب کو سلطان کے ہاں ۶۲۵ھ میں چھ نشستوں میں سنا ہے۔" [۴۸]

سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ ابن دحیہ اندلسی ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۳۳ھ میں وفات پائی۔ علم حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ نحو، ادب، تاریخ عرب میں ماہر تھے۔ خراسان کو جاتے ہوئے ۶۰۴ھ میں اربل آئے اور وہاں یہ کتاب لکھی۔" [۴۹]

یہ بڑی بات ہے کہ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنا مولود نامہ بھی اسی سلطان کے زیرِ اثر لکھا۔ ڈاکٹر صلاح الدین منجد لکھتے ہیں کہ دمشق میں حنابلہ کی بہت بڑی مسجد، جامع مظفری سلطان مظفر الدین کاکبوری (یا کوکبوری) نے تعمیر کروائی تھی۔ اس مسجد کے مؤذن شیخ عماد الدین ابوبکر بن بدر الدین حسن نے ابن کثیرؒ سے درخواست کی کہ ایک کتاب "میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" پر لکھیں، اور پھر ان کی درخواست پر یہ کتاب لکھی گئی۔ [۵۰]

## محافلِ میلاد

شیخ محمد رضا (مصری) نے سلطان ابوحمو موسیٰ شاہِ تلمسان کے زیرِ اہتمام ہونے والی مجالسِ میلاد کی تفصیل حافظ سید ابوعبداللہ تونسی ثم تلمسانی کی کتاب کے حوالے سے بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں: "سلطان تلمسان صاحب الرائے معززین کے مشورے سے شبِ میلاد النبیؐ میں ایک عام دعوت کا اہتمام کرتے تھے جس میں بلا استثناء ہر خاص و عام کو شرکت کی اجازت ہوتی تھی۔ اس محفل میں اعلیٰ قسم کے قالینوں کا فرش اور منقش پھول دار چادریں بچھائی جاتیں ۔ ۔ ۔ ۔ بڑے بڑے گول اور خوشنما نصب شدہ بخور دانوں میں بخور سلگایا جاتا تھا جو دیکھنے والوں کو پگھلا ہوا سونا لگتا

تھا۔ پھر تمام حاضرین کے سامنے انواع و اقسام کے کھانے چُنے جاتے تھے۔۔۔۔۔
۔۔۔ انعقادِ محفل کے بعد سامعین آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے مناقب و فضائل اور ایسے پاکیزہ خیالات و نصائح سنتے جو انہیں گناہوں سے توبہ کی طرف راغب کرتے۔ خطبا اسلوبِ بیان کے مدّ و جزر اور خطابت کے تنوعات سے سامعین کے قلوب کو گرماتے اور سامعہ کو لذت اندوز کرتے تھے۔" [۵۱]

دنیا کے مختلف ممالک جہاں اہلِ ایمان رہتے ہیں، کہیں ذاتی طور پر، کہیں مل کر اور کہیں مملکت کے انتظام سے محافلِ میلاد منعقد ہوتی آئی ہیں اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جشن منایا جاتا رہا ہے' ـــــ اب تک جاری ہے' اور ان شاء اللہ تا قیامِ قیامت جاری رہے گا۔ مکہ مکرمہ میں ۱۹۱۷ء میں ہونے والی تقریباتِ عیدِ میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی خبر اخبار "القبلہ" مکہ مکرمہ کے حوالے سے "یادِ ایامے کہ" کے زیرِ عنوان "میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حصہ اوّل" میں قارئینِ کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں؛ ۱۹۱۷ء ہی میں لندن میں ہونے والی تقریب میلادِ سرکار ﷺ کی ایک تفصیلی خبر ماہنامہ "طریقت" لاہور [۵۲] میں اشاعت پذیر ہوئی تھی۔ اس میں لکھا ہے "مسٹر مشیر حسین قدوائی کہ جن کی خدمات محتاجِ بیان نہیں، اس جلسے کے بانی تھے۔ آپ تقریباً دو ہفتہ پیشتر سے اس کا اہتمام کر رہے تھے۔ لندن کے ایک ہوٹل میں یہ محفل منعقد کی گئی۔۔۔۔ سب سے پہلے ایک مصری عرب نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ اپنے مصری لہجے میں سورۂ دہر پڑھی۔۔۔ صوفی عنایت خاں مقیم انگلستان کے بھائی نے جامی کی یہ غزل "بلبل ز تو آموختہ شیریں سخنی را"، نہایت پُر درد اور مؤثر دُھن میں گائی خصوصاً جب مقطع پڑھا ہے:

از جامیٔ بے چارہ رسانید سلامے
بر درگہِ دربارِ رسولِ عربی را

تو عجب لطف تھا، ہر شخص کیفِ تسلیم میں جھوم جھوم کر مزے لے رہا تھا۔ پھر ایک عیسائی لیڈی نے ایک ہندی نعتیہ ٹھمری اپنی باریک اور پُر درد آواز میں گائی۔ اس

کے بعد ایک انگریز نے نہایت مؤثر طریقے سے نبیِ امی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصاف بیان کیے۔ ۔ ۔ ۔ یہ شخص عرصے سے مسلمان تھا لیکن ابھی تک اعلان نہیں ہوا تھا۔ اس روز کی تقریر سے اس کا بھی اظہار ہو گیا۔ اس کے بعد مسٹر یوسف علی پنشنر ڈپٹی کمشنر نے نہایت خوبی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری بیان کی، پھر چند مصری عربوں نے ایک ساتھ اپنے طریقے پر عربی میلاد شریف بیان کیا اور ختم میلاد پر بڑے مزے میں عربی کا سلام پڑھا۔ ۔ ۔ ۔" ۵۲

مصر میں عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریبات کا ذکر شیخ محمد رضا ان الفاظ میں کرتے ہیں "خاص شہر قاہرہ میں اس روز ظہر کے بعد ایک پیادہ جلوس کمشنر آفس کے سامنے سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ ۔ ۔ مصر میں یہ مبارک دن حکومت کی طرف سے منایا جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ شاہ کے پہنچنے پر فوج سلامی دیتی ہے۔ پھر وہ شامیانے میں داخل ہوتے ہیں۔ پھر صوفیہ اور مشائخِ طریقت اپنے اپنے جھنڈے لیے وہاں حاضر ہوتے ہیں جن کا بادشاہ استقبال کرتے ہیں۔ پھر شاہ خود شیخ المشائخ کے شامیانے میں حاضر ہو کر ذکرِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماعت فرماتے ہیں۔ ختمِ محفل پر شاہ، میلاد کا بیان کرنے والے کو شاہانہ خلعت عطا فرماتے ہیں۔ پھر حاضرین میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، شربت پلایا جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔" ۵۴

علامہ محمد عالم آسی نے لکھا ہے "شیخ جامعہ ازہر (مصر) کی تازہ ترین اطلاعات جو اخبار "الایمان" پٹی ضلع لاہور کو موصول ہوئی ہیں، ان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ سلطانِ مصر اور اہالیانِ مصر قدیم سے اس تقریب میں خصوصیت کے ساتھ اپنا اخلاص ظاہر کرتے ہیں۔ خصوصاً ان اطلاعات کا یہ حصہ قابلِ ذکر ہے کہ "جب ماہِ ربیع الاول کا ہلال نظر آتا ہے تو اہالیانِ مصر اس ماہ کو ماہِ عید سمجھ کر تیاری میں لگ جاتے ہیں اور تمام ملک مصر میں اس عید کے موقع پر تمام کاروبار بند کیے جاتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ خود شاہِ مصر اپنی جیبِ خاص سے بہت بڑی رقم خرچ کیا کرتے ہیں۔ ۔ ۔ خیموں میں جو سٹرکیں رکھی

جاتی ہیں۔ان کی سجاوٹ پر اس قدر دل کھول کر شاہِ مصر روپیہ خرچ کرتے ہیں کہ مخالفین آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگ جاتے ہیں۔۔۔۔۔ یہ سلسلہ دپہلی تاریخ سے، بارہ ربیع الاوّل تک بدستور جاری رہتا ہے اور اس دن صبح کو خود شاہِ مصر یا ان کا کوئی نائب حاضر ہو کر باقاعدہ جلوس کے ساتھ "مشہدِ حسینی" میں حاضر ہوتے ہیں اور وہاں جاکر حضور علیہ السلام کے حالاتِ زندگی، حضورؐ کے احسانات دنیا پر، حضور علیہ السلام کے ولادت و وفات کے سوانح پوری بسط کے ساتھ واضح طور پر بیان کر دیا کرتے ہیں۔" ۵۵

امام احمد بن محمد القسطلانیؒ شارح بخاری لکھتے ہیں کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینے میں اہلِ اسلام ہمیشہ سے میلاد کی محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں۔۔۔۔" ۵۶

ہندوستان کے مسلمان بھی اپنے طور پر یہ سعادت حاصل کرتے رہے لیکن باقاعدہ تحریک کے طور پر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریبات یہاں کب سے شروع ہوئیں، اس پر غور کریں تو یہ صورت سامنے آتی ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے، اس کے بعد، ہمیشہ کی طرح، مسلمانانِ ہند نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ کرم میں پناہ ڈھونڈی۔

سیّد حسن مثنیٰ ندوی لکھتے ہیں کہ "۱۸۸۰ء میں حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی نے اپنی بستی پھلواری شریف میں تحریکِ میلاد کا آغاز کیا۔ لیکن اس سے بھی پہلے مولوی خدا بخش خاں وکیل نے محفلِ میلاد کا اہتمام کیا اور وہاں حضرت شاہ صاحب نے پہلی مرتبہ سیرۃِ طیبہ زبانی بیان کی۔" ۵۷ انہوں نے مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "حضرت شاہ سلیمان پھلواروی نے ۱۳۰۲ھ میں زبانی بیانِ سیرت کا سلسلہ ماہِ مبارک ربیع الاوّل سے شروع کیا۔ چاندرات سے شبِ دوازدہم تک ہر روز بیانِ سیرت ہوتا تھا، اور اس لگن کے ساتھ اس کا اہتمام انہوں نے کیا کہ ۱۳۰۲ھ سے آج تک اس کا سلسلہ نہیں ٹوٹا۔ وہ ذہن تیار کر دیا جو بڑا فریضہ سمجھ کر اسے ادا کرتا ہے قصبہ پھلواری

شریف تحریک کا مرکز بن گیا اور وہاں سے یہ آواز سارے صوبے میں اور پھر سارے برعظیم میں خیبر سے رنگون تک جا پہنچی۔ انہوں نے انجمن اسلامیہ پٹنہ، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن حمایتِ اسلام لاہور اور اجلاس ندوۃ العلما، سب کو سیرتِ طیبہ کا پلیٹ فارم بنا دیا۔۔۔۔ ان کے صاحبزادہ مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی نے نئے انداز کی "میلاد الرسول" کتاب لکھی جو ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی۔۔۔۔" ۵۸

لیکن بہاولپور میں موجود ایک مخطوطے سے یہ بات سامنے لائی گئی ہے کہ ۱۲۷۰ء میں سلطان غیاث الدین بلبن کے لڑکے سلطان محمد کے عہد میں، ملتان میں جلوسِ عیدِ میلاد کا آغاز ہوا۔ منظور ملک کہتے ہیں "یہ ذکر حضرت حافظ جمالؒ کے ایک ملفوظ کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے۔ یہ قلمی نسخہ میں نے بہاولپور کے ایک زمیندار کے ہاں دیکھا تھا۔ اس میں مرقوم ہے کہ "جلوسِ میلاد شوکتِ اسلام کا نمونہ ہے۔ حاکمِ ملتان سلطان محمد جو متقی اور اصحابِ تقویٰ کا دوست ہے، پا پیادہ جلوس کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے بعد عمائدینِ شہر اور نعت خوانوں کا گروہ ہوتا ہے جو شاعرِ دربار کی قیادت میں منقبتِ رسولؐ پاک میں مصروف رہتا ہے۔ نعت خوانوں کے بعد مخادیم، سادات و قریش کا گروہ ہوتا ہے۔ اس معزز گروہ میں علما و فضلائے ملتان بھی شامل ہوتے ہیں۔ بعد میں سردارانِ فوج ترکی و تورانی چار آئینہ زیبِ تن کیے شاملِ جلوس ہوتے ہیں۔ یہ جلوس تمام شہر کا چکّر لگا کر قلعے پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ جہاں سلطان محمد کے صَرفِ خاص سے پُرتکلف کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ نمازِ شکرانہ ادا کی جاتی ہے۔ شہر میں چراغاں کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔" ۵۹

حضرت شاہ سلیمان پھلواروی نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل شروع کیں تو ان کے بعد سید ممتاز علی نے خواتین کے مشہور مجلّے "تہذیبِ نسواں" کے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۹ء کے شمارے میں عیدِ میلاد کو باقاعدہ منانے کی تجویز پیش کی۔ سید ممتاز علی نے لکھا "۔۔۔۔ اگر اہلِ اسلام جناب پیغمبرؐ خدا کی ولادت کے دن تمام ملک میں عام عیدِ میلاد منانا شروع کر دیں تو بڑی خوشی اور نیکی کا کام ہوگا۔ بزرگوں کی یادگار کو قائم

Marfat.com

رکھنا اور ان کو تہواروں کی طرح منانا دنیا میں نیک دلی اور خدا ترسی کی صفت پیدا کرتا ہے۔ میری اہلیہ مرحومہ نے بارہا اس تحریک کا ارادہ کیا مگر افسوس کسی نہ کسی وجہ سے اس کا موقع نہ آیا، کیا ہی اچھا ہو اگر آئندہ سال سب تہذیبی بہنیں مولود شریف کے دن عید میلاد منائیں اور اللہ کے ہاں سے اس رسم نیک کا ثواب عظیم پائیں۔ ۱۱، ۱۲ ربیع الاوّل کی درمیانی رات کو مکانوں پر روشنی کریں اور رات کو ۳ بجے سے اٹھ کر صبح تک نوافل پڑھیں اور بعد طلوعِ آفتاب، عید کی طرح نہا دھو کر کپڑے بدلیں۔ گھروں میں جلسے اور ضیافتیں کریں۔۔۔۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہماری اور بہنیں بھی اس تجویز کی تائید کریں گی اور اب کے ربیع الاوّل میں تمام ہندوستان میں عیدِ مولود بڑی دھوم دھام سے منائی جائے گی۔" [۶۰]

البتہ ہفت روزہ "اہلِ حدیث" لاہور کے مطابق "متحدہ ہندوستان میں غالباً اس (عیدِ میلاد النبیؐ) کو پہلے پہل امرتسر میں منایا گیا جس کا اہتمام وہاں ایک کشمیری بزرگ مولانا عبد السلام ہمدانی کی جدّ و جہد سے ہوتا تھا اور اس کی غرض وہاں غیر مسلموں کے سامنے سیاسی شوکت کو نمایاں کرنا تھا۔ مگر پھر تقریب اپنے حسن و رنگ، اپنی خوبصورتی اور اپنی گوناگوں دلچسپیوں کے سبب آہستہ آہستہ ہندوستان کے دوسرے شہروں میں بھی پھیلتی چلی گئی۔" [۶۱] اس مضمون کے خالق مولانا حکیم عبد الرحمٰن خلیقؔ تقریبِ میلاد کے سلسلے میں رقم طراز ہیں۔ "اس تقریب کا تعلق چونکہ عالم اسلام کی محبوب متاع اور مسلمانانِ عالم کی حاصلِ زیست دولت خواجۂ کونین پیغمبر ثقلین خاتم النبیین، امام المرسلین، محبوبِ رب العالمین سیدِ اولین و آخرین حضور محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی ولادتِ باسعادت سے ہے، اس لیے اس کے اندر ہر مسلمان کے لیے دلچسپی اور محبت بآسانی قابلِ فہم ہے۔ اور پھر اب جب اس تقریب کو یہاں حکومتی سطح پر ایک سرکاری تقریب کا درجہ بھی حاصل ہو گیا ہے تو ظاہر ہے کہ اب یہ تقریب یہاں ایک قومی تہوار کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔" [۶۲]

لاہور میں تقریباتِ میلاد کے سلسلے میں اکمل علیمی نے لکھا "۱۹۲۶ میں

شہر (لاہور) کے بعض علما نے عامۃ المسلمین کے نام ایک اپیل جاری کی جس میں وضاحت کی گئی تھی کہ گو سرورِ کائنات ﷺ کی وفات حسرت آیات ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی لیکن یہ آنحضرت ﷺ کی تاریخ پیدائش بھی ہے ---- اس لیے حلقہ بگوشان محمد ﷺ کو یہ دن لطف و مسرت میں گزارنا چاہیے ---- لاہور میں عیدِ معراج النبی ﷺ کے جلوسوں کی ایک روایت موجود تھی اور ایسے جلوسوں میں بھی موچی دروازہ کے مسلمان پیش پیش ہوا کرتے تھے جن میں حاجی غلام قادر اور حافظ معراج دین کے نام لیے جاتے ہیں ---- پھر حزب الاحناف کے سربراہ مولانا دیدار علی شاہ مرحوم کی کوششوں سے ایک بڑا جلوس مرتب ہونے لگا ۔ ۱۹۳۰ء میں انجمن توحید المسلمین، موچی دروازہ کے زیرِ اہتمام ایک پُرشکوہ جلوس منظم کیا گیا۔" ؁۶۳ "کوہستان" نے اس جلوس کی تاریخ ۱۹۳۳ء لکھی ہے۔ احسان بی اے کے ایک مضمون میں ہے "لاہور میں عیدِ میلاد النبی ﷺ کا جلوس سب سے پہلے ۵ جولائی ۱۹۳۳ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ کو نکلا ---- یہ جلوس ۱۹۴۰ء تک باقاعدہ نکلتا رہا۔" ؁۶۴

راولپنڈی میں عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریبات کے حوالے سے حکیم محمد ایوب حسن لکھتے ہیں "راولپنڈی میں یہ سلسلہ ایک مدت سے جاری ہے۔ اس کی ابتدا اس زمانے میں ہوئی جب پٹی ضلع لاہور سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ایمان کے ایڈیٹر مولانا عبد المجید قریشی نے یہ تحریک شروع کی کہ سارے ملک میں سیرۃ النبی ﷺ کے جلسے منعقد کیے جائیں ---- ان کی اس تحریک پر سارے برِ صغیر کے شہروں میں سیرت کمیٹیاں قائم ہوئیں اور عیدِ میلاد النبی ﷺ منانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔" ؁۶۵

اخبار ایمان پٹی ضلع لاہور کا ذکر آیا ہے تو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۱۹۳۵ء کے جلسے اور جلوس میں حکیم الامت علامہ اقبال ؒ کی تقریر کا ذکر سنیے۔ علامہ اقبال جالندھر چھاؤنی کے جلسے اور جلوس میں شامل تھے۔ آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا "چند سال ہوئے، میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ خدا تعالیٰ مولود شریف کے

Marfat.com

ذریعے سے اس اُمّت کو متحد کرے گا۔ مجھے ایک عرصہ تک حیرت رہی کہ یہ واقعہ کس طرح رونما ہوگا۔ اب تحریکِ یوم النبیؐ نے اس خواب کی تعبیر کو حقیقی طور پر نمایاں کر دیا ہے"۔[۶۶]

اس سے پہلے ۱۹۲۹ء، ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے دیگر اکابرِ ملت کے ساتھ عید میلاد کے جلسوں جلوسوں کے انعقاد کی تحریک کی۔ اخبارات میں یہ بیان شائع ہوا: "اتحادِ اسلام کی تقویت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اجلال، حضورؐ کی سیرتِ پاک کی اشاعت اور ملک میں بانیانِ مذاہب کا صحیح احترام قائم کرنے کے لیے ۱۲ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے۔۔۔"[۶۷]

اس اپیل پر علامہ اقبال کے علاوہ سید غلام بھیک نیرنگ، مولانا غلام مرشد، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا قطب الدین عبد الولی، دیوان سید محمد، مولانا قمر الدین سیالوی، مولانا فاخر الٰہ آبادی، سید حبیب مدیر "سیاست" پیر سید فضل شاہ جلالپوری، مولانا علی الحائری اور مولانا محمد شفیع داؤدی وغیرہ کے دستخط تھے۔

غرض، حضور سرورِ انبیا، حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا کے ظہورِ پاک کے حوالے سے خوشی منانے، محافل منعقد کرنے، جلوسوں وغیرہ کے ذریعے شوکت کا اظہار کرنے کے متعلق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین کے اقوال و ارشادات واضح ہیں۔ ہمیں مسرت و انبساط اور ابتہاج و عقیدت کی محفلیں سجانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیے لیکن ان میں عامۃ المسلمین کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے کسی وضعی روایت کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔ اسی طرح جلوسوں مظاہروں میں ہر غیر اسلامی، غیر اخلاقی حرکت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ورنہ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔

## حواشی:

(۱) یونس۔ ۱۰: ۵۸ (۲) وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ الانبیا ۲۱: ۱۰۷

(۳) بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ التوبہ ۔ ۹ : ۱۲۸ (۴) الضحیٰ : ۹۳ : ۱۱
(۵) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا کہ ان میں رسول کو بھیجا) آلِ عمران ۳ : ۱۶۴ (۶) ابراہیم ۱۴ : ۵ (۷) کنزالایمان (تفسیری حاشیہ از مولانا نعیم الدین مراد آبادی) / محمد شفیع اوکاڑوی۔ برکاتِ میلادِ شریف ص ۵ (۸) صحیح مسلم (عن قتادہؓ) (۹) "الفقیہ" امرتسر میلاد نمبر ۷ تا ۲۱ جولائی ۱۹۳۲۔ ص ۲ (۱۰) مطبوعہ الشیخ حسین حلمی بن سعید، استنبول ترکیہ ص ۷، تا ۱۲ (۱۱) مجلّہ "نور الحبیب" بصیر پور ۔ میلاد نمبر ۔ فروری ۱۹۷۸ ۔ ص ۹۴ / ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ ۔ جنوری، فروری ۱۹۸۱۔ ص ۱۷، ۱۸ (۱۲) ابو الخطاب عمر بن حسن دحیہ اندلسی (المولود ۵۴۴ھ المتوفی ۶۳۳ھ) کی کتاب جس کے متعلق ابن خلکان نے لکھا ہے "ہم نے اس کتاب کو سلطان (مظفر الدین بن زین الدین، جنہوں نے مجالسِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرکاری طور پر اہتمام کیا) کے ہاں ۶۲۵ھ میں چھ نشستوں میں سنا ہے" (حسن المقصد فی عمل المولد از امام جلال الدین سیوطی، اردو ترجمہ ص ۲۷) کتاب کا نام ابنِ کثیر نے التنویر فی المولد البشیر النذیر" لکھا ہے (حسن المقصد فی عمل المولد ص ۲۶) مولانا دیدار علی شاہ الوری نے "التنویر فی مولد البشیر" لکھا ہے (مرغوب احمدؒ الملقب بہ رسول الکلام فی بیان المولد والقیام ۔ ۱۳۰۱ھ ۔ ص ۴۵) لیکن علامہ محمد عالم آسی اور سید سلیمان ندوی نے کتاب کا نام "التنویر فی مولد السراج المنیر" تحریر کیا ہے ("الفقیہ" امرتسر، میلاد نمبر ۱۹۳۲ ۔ ص ۱۹، ——— "شمس الاسلام" بھیرہ ۔ جنوری فروری ۱۹۸۲ ۔ ص ۱۲) کتاب کا مزید ذکر سلطان مظفر الدین کے ذکر میں ہو گا۔ (۱۳) التنویر فی مولد السراج المنیر از امام عمر بن حسن محدث اندلسی ۔ ص ۵۴۴، ۶۳۳ ۔ بحوالہ "الفقیہ" امرتسر، میلاد نمبر ۔ ص ۱۹ (مضمون مجالسِ میلادِ نبویؐ از علامہ مولانا حکیم محمد عالم آسی معتمد انجمن خدام الحنفیہ امرتسر) / دیدار علی شاہ الوری، مولانا سید ۔ مرغوب احمدؒ ۔ ص ۴۵، ۴۶ (۱۴) النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم ۔ بحوالہ "نور الحبیب" میلاد نمبر ۱۹۷۸ (مضمون "میلاد النبیؐ اور اکابر امت"، مولانا صاحبزادہ محمد محب اللہ، ص ۵۰ (۱۵) ایضاً ص ۵۰ (۱۶) ایضاً ص ۵۰

(۱۷) زرقانی علی المواہب۔ص ۱۳۹۔بحوالہ برکاتِ میلاد شریف ازمولانا محمد شفیع اوکاڑوی ص ۱۱، ۱۲، و "الفقیہ" امرتسر۔ میلاد نمبر ۱۹۳۲۔ص ۲۲ (۱۸) تقدیم "حسن المقصد فی عمل المولد" ازامام جلال الدین سیوطیؒ۔ص ۲۲، ۲۳ (۱۹) "الفقیہ" امرتسر۔میلاد نمبر ص ۲۲ (علامہ محمد عالم آسی کا مقالہ) (۲۰) تقدیم "حسن المقصد فی عمل المولد" ص ۲۳ (۲۱) "نور الحبیب" بصیرپور۔میلاد نمبر ۱۹۷۸۔ص ۹۶ (۲۲) ایضاً۔ص ۹۶، ۹۷۔ (۲۳) اثبات المولد والقیام۔ص ۲۵ (۲۴) ایضاً۔ص ۲۶، ۲۷ (۲۵) حسن المقصد فی عمل المولد۔ص ۴۶، ۴۷ (۲۶) "الفقیہ" میلاد نمبر، ص ۲۷ (۲۷) مکتوبات۔جلد سوم ص ۲۷ (۲۸) ایضاً (۲۹) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔فیوض الحرمین۔ص ۲۷ / نظام الدین احمد جعفری، حافظ سید محمد۔جنات النعیم فی ذکرِ نبی الکریمؐ۔حصہ اول۔ ص ۳۰ / برکاتِ میلاد شریف ص ۷ (۳۰) درالثمین بحوالہ برکاتِ میلاد شریف ص ۵ (۳۱) فتاوٰی عزیزیہ۔جلد اول۔بحوالہ برکاتِ میلاد شریف ص ۸ (۳۲) فیصلہ ہفت مسئلہ (۳۳) محمد رضا مالشیخ۔محمدؐ رسول اللہ (ترجمہ از محمد عادل قدوسی) ص ۳۲ (۳۴) علامہ سید سلیمان ندوی نے مجلسِ میلاد کے سلسلے میں مشہور، اس سلطان کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔انہوں نے اس سلطان کی پیدائش ۲۷ محرم ۵۴۹ھ اور وفات ۶۳۱ھ لکھی ہے (ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ۔جنوری فروری ۱۹۸۲۔ص ۱۰) البتہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ "اس کی وفات ۶۳۰ھ میں شہر عکا میں ہوئی" (حسن المقصد فی عمل المولد۔ص ۲۶) ڈاکٹر صلاح الدین منجد نے بھی سنِ وفات ۶۳۰ھ لکھا ہے (دیباچہ "میلادِ مصطفیٰؐ" از علامہ ابنِ کثیرؒ ص ۷) ۔۔۔۔ شیخ ابو خطاب بن وحیہ نے "التنویر فی المولد السراج المنیر" سلطان مظفر الدین کے میلاد شریف کے بارے میں اہتمام کو دیکھ کر لکھی تھی اور خود اس کتاب کو پڑھا تھا۔علامہ ندوی لکھتے ہیں کہ اس کا نام کوکبوری تھا اور اس کا باپ زین الدین علی، اربل کا بادشاہ تھا۔جو اربل اور بہت سے دوسرے شہروں کا ان اطراف میں، بادشاہ تھا۔کوکبوری قلعہ موصل میں پیدا ہوا اور چودہ برس کی عمر میں باپ کے انتقال پر اس کی جگہ بیٹھا۔اس کے اتالیق مجاہد الدین قائماز نے پہلے اس کو

Marfat.com

قلعہ بند کیا، پھر حدود حکومت سے نکال دیا۔ وہ موصل کے بادشاہ سیف الدین ابن مودود کے پاس اور پھر سلطان صلاح الدین کے پاس آیا۔ کوکبوری ۵۸۶ھ میں اربل آ گیا۔ یہ سلطان بہت نیک، سخی تھا اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں دن رات مشغول رہتا تھا۔ اس نے ایک مدرسہ بنوایا جس میں حنفی اور شافعی دونوں مذاہب کے علما مقرر رکھتے اور خود روزانہ وہاں آتا تھا اور رات وہیں گزارتا تھا۔ مکۂ مکرمہ میں بھی اس کے بہت سے آثار ہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے جبلِ عرفات میں پانی جاری کرایا اور بہت رقم خرچ کی۔ (۳۵) "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۲۔ ص ۹ (۳۶) "عہدِ عباسی میں جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو عروج ہوا تو اس کے ایک سردار ابن آبق خوارزمی نے ۴۶۸ھ میں دمشق کو فتح کیا اور خلیفہ مقتدی بامر اللہ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔۔۔" (سیارہ ڈائجسٹ" لاہور۔ رسول نمبر جلد ۲۔ ص ۵۵۴۔ مضمون "جشنِ میلاد النبی" از مولانا حسن مثنیٰ ندوی) (۳۷) "سیارہ ڈائجسٹ" لاہور۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۵۶ (۳۸) محمد رضا شیخ۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۳۳ (۳۹) ماہنامہ "الجامعہ" جامعہ محمدی شریف (جھنگ) جنوری فروری ۱۹۷۹۔ ص ۱۹ (۴۰) محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۳۳ (۴۱) سیارہ ڈائجسٹ لاہور۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۵۶ (۴۲) "الفقیہ" امرتسر میلاد نمبر ۱۹۳۲۔ ص ۶، ۷ (۴۳) "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۱۔ ص ۲۲ (۴۴) دیباچہ "میلادِ مصطفیٰ" از علامہ ابنِ کثیرؒ۔ ص ۷ (۴۵) حسن المقصد فی عمل المولد ص ۲۶، ۲۷ (۴۶) "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۲۔ ص ۱۱، ۱۲ (۴۷) "نور الحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر ۱۹۷۸ء۔ ص ۸۶ (۴۸) حسن المقصد فی عمل المولد ص ۲۷ (۴۹) "شمس الاسلام" جنوری فروری ۱۹۸۲۔ ص ۱۲ (۵۰) دیباچہ میلادِ مصطفیٰ۔ ص ۷ (۵۱) محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۳، ۳۴ (۵۲) ماہنامہ "طریقت" لاہور۔ مارچ ۱۹۱۷۔ ص ۱۹، ۲۰ (۵۳) ایضاً (۵۴) محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۴، ۳۵ (۵۵) "الفقیہ" امرتسر۔ میلاد نمبر ۱۹۳۲۔ ص ۱۳، ۱۴ (۵۶) زرقانی علی المواہب ص ۱۳۹ بحوالہ برکاتِ میلاد شریف ص ۱۱ (۵۷) سیارہ ڈائجسٹ لاہور۔ رسول نمبر جلد ۲۔ ص ۴۵۶

Marfat.com

(۵۸) ایضاً ص ۴۵۹، ۴۶۰ (۵۹) روزنامہ "کوہستان" لاہور۔عیدِ میلاد ایڈیشن
۲۲ر جولائی ۱۹۶۴ء (۶۰) روزنامہ "امروز" لاہور۔عیدِ میلاد النبیؐ ایڈیشن۔۲۲ جولائی
۱۹۶۴۔ص ۶ (۶۱) "شمس الاسلام" بھیرہ۔جنوری فروری ۱۹۸۱۔ص ۲۱، ۲۲ (مولانا
حکیم عبدالرحمٰن خلیق امرتسری کا مضمون) (۶۲) ہفت روزہ "اہلِ حدیث" لاہور
بحوالہ "شمس الاسلام" جنوری فروری ۱۹۸۱۔ص ۲۲ (۶۳) روزنامہ "امروز" لاہور
عیدِ میلاد ایڈیشن۔۲ر جولائی ۱۹۶۶ (۶۴) روزنامہ "کوہستان" لاہور۔عیدِ میلاد ایڈیشن
۲۲ر جولائی ۱۹۶۴ (۶۵) ایضاً (حکیم محمد ایوب حسن کا مضمون بعنوان "راولپنڈی میں
عیدِ میلاد النبیؐ") (۶۶) اخبار "ایمان" پٹی۔۴ تا ۱۱ر مئی ۱۹۲۵۔ص ۶۔ (۶۷) مجلہ
"اقبال ریویو" لاہور، جولائی ۱۹۷۸۔ص ۷۶

Marfat.com

# متوقع مقتول ـــ سلمان رُشدی

سلمان رشدی نے "آیاتِ شیطانیہ" لکھ کر اپنے آپ کو قتل کا مستحق بنا لیا ہے۔ دنیا بھر کے باعزت مسلمانوں اور چند مسلمان حکومتوں نے اس شیطان کے خلاف اپنے جذباتِ دینی کا مظاہرہ کیا۔ اور کچھ خوش قسمت ایسے بھی ہیں جن کے دل اس احساس کے مملو ہیں کہ اس بدبخت کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا جائے۔ خدا کرے، جلد از جلد ان میں سے کسی کی امید بر آئے۔

مشہور مصری عالم ڈاکٹر شمس الدین فاسی نے "آیاتِ سماویہ فی الرد علیٰ کتاب آیاتِ شیطانیہ" میں سلمان رشدی کی خرافات کے مجموعے "آیاتِ شیطانیہ" کا مفصل رد کیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ عربی کے پروفیسر، ڈاکٹر محمد مبارز ملک نے ڈاکٹر فاسی کی کتاب کا ترجمہ "شیطان رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ" کے نام سے کیا ہے جو لاہور سے ۱۹۹۰ء میں اشاعت پذیر ہوا۔

سلمان رشدی کے بارے میں تفصیلی معلومات عام طور پر دستیاب نہیں ہیں اور ہر مسلمان کا اس سے تعلق صرف متوقع قاتل اور متوقع مقتول کا ہے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیوں کا تو ایک ہی فرض ہے کہ جو شخص ان کے آقا و مولا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گستاخی کا مرتکب ہو، یہ جانے بغیر کہ وہ کون ہے، کیا ہے، کلمہ پڑھتا تھا، یا غیر مسلم تھا، ـــــــــــ اسے قتل کر دیا جائے۔ اس لیے سلمان رشدی کے بارے میں بھی تفصیلی جزئیات عام طور پر دستیاب نہیں ہیں۔ ڈاکٹر شمس الدین فاسی نے لکھا ہے کہ سلمان

Marfat.com

ایک مرتد ہندی نژاد انیس رشدی کے ہاں ۷ ۱۹۴۷ء میں بمبئی میں پیدا ہوا۔ وہ جو کچھ اسلام کے بارے میں اپنے باپ سے سنا کرتا تھا' وہ اسلام سے دور کرنے والا تھا۔ اس نے ابتدائی تعلیم عیسائی مشنریوں کے ایک سکول میں حاصل کی گویا وہ کفر کی گود میں پروان چڑھا۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد اس کے خاندان نے لندن کی طرف کوچ کیا جہاں اس نے تعلیم حاصل کی۔ کنگز کالج سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ پاکستان گیا' جہاں اسے ٹیلی ویژن کے محکمے میں کام کرنے کا موقع ملا۔ وہاں سے وہ اپنے ملحدانہ خیالات کے باعث معزول کر دیا گیا' اور وہ لندن لوٹ گیا۔ ۱۹۷۵ء میں اس نے اپنی پہلی کتاب "جریموس" شائع کی لیکن کسی نے اسے توجہ کے لائق نہ سمجھا۔ پھر اس نے کلاریسا لارڈ نامی ایک انگریز لڑکی سے شادی کر لی اور کتاب "اطفال منتصف اللیل" شائع کروائی جس میں اس نے مخنث لڑکوں کی حالت بیان کی۔ پھر اس نے "العار" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ پھر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ بعد ازاں ایک امریکی لڑکی ماریان و یگنز سے شادی کر لی۔

"آیاتِ شیطانیہ" پہلے فا ئکنج برس نے چھاپی لیکن یہ کتاب جمود کا شکار رہی۔ اور فا ئکنج برس نے اسے ادارہ پنگوئن کو فروخت کر دیا۔ پنگوئن نے اس کتاب کے لیے عالمی منڈی حاصل کر لی۔ ۱؎

بھارت کے ایک جریدے میں رُشدی کے بارے میں یہ لکھا گیا کہ اس کی ماں کا نام زہرہ بٹ ہے۔ زہرہ بٹ کے خاوند شاغل صاحب کا تعلق مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ معاشیات سے رہا ہے اور وہ اب بھی وہیں مقیم ہیں۔ وہ اعظم گڑھ کے انصاری گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ زہرہ بٹ کے والد عبداللہ اجمل خاں طبیہ کالج' علی گڑھ کے پرنسپل بھی رہے' وہ قادیانی تھے۔ زہرہ بٹ اب بھی حیات ہے اور نام بدل کر کراچی میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہے۔ زہرہ بٹ سیر کے لیے کشمیر گئی تو وہاں ایک کشمیری کے ساتھ رنگ رلیاں منانے لگی پھر اسی کے ساتھ پہلے بمبئی اور پھر انگلینڈ چلی گئی۔ اسی سے سلمان رشدی پیدا ہوا۔ زہرہ بٹ نے سلمان رشدی کی شادی ایک یہودی لڑکی میری ونگش سے کر دی۔ ۲؎

رشدی کے بارے میں ڈاکٹر فاسی کی بیان کردہ معلومات درست ہوں یا جریدہ "جرائم" کی '۔۔۔۔۔۔۔ معاملہ تو یہ ہے کہ اس نے اپنی چوتھی کتاب "سیٹنک ورسز" (آیاتِ شیطانیہ) کے ۵۴۷ میں سے ۸۰ صفحات میں حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم' سیدنا ابراہیم علیہ السلام' آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور صحابۂ کرام خصوصاً حضرت سلمان فارسی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما اور اسلام کے بارے میں دریدہ دہنی کی ہے۔ یہ کتاب ستمبر ۱۹۸۸ء میں پنگوئن گروپ اور وائکنگ پنگوئن نے شائع کی۔ جونہی مسلمانانِ برطانیہ کو پتا چلا' انہوں نے بریڈ فورڈ' بوسٹن' یوتھن' برمنگھم' لنکا شائر اور ہائی ویکمب وغیرہ میں مظاہرے کیے اور کتاب کو نذرِ آتش کیا گیا۳۔ ۳' ۴ مارچ کو ہالینڈ کے دارالحکومت ڈین ہیگ میں اور ٹرڈم میں مظاہرے کیے گئے۔۴

۲۴ فروری کو بمبئی میں ایک جلوس نکالا گیا جس پر پولیس نے فائرنگ کی اور دیکھتے ہی دیکھتے پندرہ سے زیادہ مسلمان خون میں نہا گئے۵۔ "جنگ" کی رپورٹ کے مطابق سری نگر (مقبوضہ کشمیر) میں ایک زبردست مظاہرہ کیا گیا جس میں پولیس کے تشدد سے ایک مسلمان شہید اور سینکڑوں زخمی ہوئے۶۔ ڈنمارک کے صدر مقام کوپن ہیگن میں دو ہزار مسلمانوں اور فرانس میں ایک ہزار سے زیادہ مسلمانوں نے رشدی کے خلاف مظاہرہ کیا۷ ۱۱ فروری کو مالونوچی (ٹوکیو۔ جاپان) میں پاکستان ایسوسی ایشن جاپان کی خصوصی کوشش سے پانچ سو مسلمانوں نے جلوس نکالا۸ پاکستان میں سب سے پہلے مولانا کوثر نیازی نے روزنامہ جنگ میں کالم لکھا۹ ۱۲ فروری کو امریکن سنٹر' اسلام آباد کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا جس میں پولیس کی کارکردگی سے پانچ نوجوان شہید اور ایک سو افراد زخمی ہوئے۱۰ بارہ سالہ نوید عالم (متعلم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم' راولپنڈی) امریکن سنٹر کی دیواریں عبور کر کے چھت پر چڑھ گیا اور امریکی پرچم پھاڑ دیا۔ اس پر پولیس نے گولی چلا دی اور وہ نوید عالم کے سینے کے آر پار ہو گئی۱۱ ۱۳ فروری کو انجمن مدارس عربیہ نے مسلم مسجد لاہور سے جلوس نکالا۔ ۲۳ فروری کو گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں مکمل ہڑتال ہوئی۱۲

Marfat.com

مشہور دانشور احمد دیدات (ڈربن ' جنوبی افریقہ) نے ہفت روزہ تکبیر کراچی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا۔ "رشدی کی تحریروں کو ادبِ عالیہ قرار دینے والے ہمیں بتائیں کہ کیا ایسی کتابیں کسی شریف آدمی کی کتابوں والی الماری میں رکھی جا سکتی ہیں؟ یا انھیں کوئی ہاتھ تھامنا بھی گوارا کر سکتا ہے؟ میرے نزدیک تو یہ شخص جنسی جنون کا نفسیاتی مریض ہے [۱۳] پوپ جان پال نے ہدایت کی کہ شیطانی آیات نامی کتاب ویٹیکن سٹی کی سرکاری لائبریری میں نہ رکھی جائے [۱۴]

۷ رجب ۱۴۰۹ھ کو روح اللہ الموسوی الخمینی نے رشدی اور ناشرین کے قتل کا فتویٰ دیا جو حسب ذیل ہے۔ "تمام دنیا کے مسلمانوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آیاتِ شیطانی نامی کتاب جو اسلام ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور قرآنِ کریم کے خلاف لکھی اور شائع کی جا چکی ہے ' کا مصنف اور اس کے مندرجات سے باخبر ناشرین واجب القتل ہیں۔ میں غیور مسلمانوں سے تقاضا کرتا ہوں کہ وہ مذکورہ اشخاص کو جہاں کہیں پائیں ' فوراً قتل کر دیں تاکہ آیندہ کوئی شخص مسلمانوں کے بزرگان دین اور عقائد کی توہین کی جسارت نہ کر سکے۔ نیز جو شخص اس راہ میں اپنی جان دے گا ' وہ انشاء اللہ شہید ہوگا اور کسی شخص کو مصنف تک رسائی حاصل ہے لیکن اسے ہلاک کرنے پر قادر نہیں ہے تو وہ دوسروں کو مطلع کرے تاکہ اسے ہلاک کر سکیں" [۱۵] ایرانی حکومت نے اعلان کیا کہ سلمان رشدی کو قتل کرنے والے ایرانی کو ۳۰ لاکھ ڈالر اور غیر ملکی کو دس لاکھ ڈالر دیے جائیں گے [۱۶]

آزاد کشمیر کی کابینہ نے کتاب پر پابندی لگا دی [۱۷] اس کے علاوہ بھارت ' پاکستان ' مصر ' ایران ' سعودی عرب ' کویت ' ملائیشیا ' سری لنکا اور جنوبی افریقہ کے علاوہ کئی ممالک نے کتاب پر پابندی لگا دی [۱۸] حکومتی سطح پر یہ خبر آئی کہ "برطانیہ کا پبلشنگ ادارہ پنگوئن جس نے سلمان رشدی کی کتاب "سیٹنک ورسز" (شیطانی کتاب) شائع کی ہے اور جس میں توہینِ رسالت اور اسلام کی ذلت کے سبب دنیا میں بڑا ہنگامہ ہوا ہے ' معلوم ہوا ہے کہ اس برطانوی ادارے میں امیر کویت کے ساٹھ فی صد شیئرز ہیں۔ یعنی تقریباً مالکانہ حقوق حاصل

Marfat.com

ہیں" ۱۹

حکومتی سطح پر رشدی اور اس کی اس کتاب کے ناشرین کے قتل کا فتویٰ صرف ایران نے دیا۔ اس فتوے کی اشاعت کے بعد سے رشدی دنیا بھر کے اخبارات کا موضوع بن گیا اور اب تک آئے دن اس کے متعلق کوئی نہ کوئی خبر شائع ہوتی ہی رہتی ہے۔ ایک بار تو یہ خبر بھی آئی کہ وہ زمین دوز زندگی گزارتے گزارتے تنگ آگیا ہے اور اپنی کتاب سے مکمل لاتعلقی کا اعلان کر کے امت مسلمہ میں شامل ہونا چاہتا ہے ۲۰ اس پر ایک برطانوی مسلم تنظیم نے اس کے اسلام قبول کرنے کے اس اعلان کو ڈھونگ قرار دیا ۲۱ اور یہ خبر واقعی غلط نکلی۔

۔۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ اسلام میں ہر جرم ' ہر گناہ پر توبہ کی گنجائش ہے۔ سوائے توہینِ رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ یہ واحد گناہ ایسا ہے کہ اس کا کوئی ازالہ نہیں ' کوئی توبہ نہیں۔ جو شخص اس حرکت کا مرتکب ہو ' وہ نام نہاد مسلمان ہو یا غیر مسلم ' اس کا واحد علاج قتل ہے۔

سلمان رشدی اور اس کی کتاب کے ناشرین قتل کے فتوے کے بعد سے چوروں کی سی زندگی گزار رہے ہیں۔ مسلح گارڈز اور حساس آلات پر لاکھوں پاؤنڈ کا خرچہ برداشت کر رہے ہیں ' کئی جگہوں سے اب تک دھماکہ خیز مواد برآمد ہو چکا ہے۔ کتاب کے پبلشرز کو ہزاروں دھمکی آمیز خط مل چکے ہیں ۲۲

مارچ ۱۹۹۱ء کے دوران لاہور کے بعض اخبارات میں اس نوعیت کی خبریں شائع ہوئیں کہ ایران رشدی کے خلاف فتویٰ واپس لے رہا ہے۔ لیکن رشدی کی کتاب پر تہران میں سہ روزہ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے امام خمینی کے بیٹے حجتہ الاسلام احمد خمینی نے کہا کہ بھارت نژاد سلمان رشدی کو اسلام کے پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کے بارے میں کفر بکنے پر موت کی جو سزا دی گئی ہے ' وہ تبدیل نہیں ہو سکتی ۲۳

ڈاکٹر شمس الدین فارسی کی کتاب کے علاوہ برطانیہ کے مسلمان سکالر ضیاء الدین سردار نے بھی سلمان رشدی کی کتاب کے جواب میں کتاب لکھی ہے ۲۴

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے دشمن وقتاً فوقتاً یہ دیکھنے کے لیے کہ مسلمانوں میں غیرت و حمیت کا جوہر کس حد تک زندہ ہے' اس قسم کی کوئی نہ کوئی حرکت کرتے رہتے ہیں۔ آج سے کوئی ڈیڑھ سال پہلے کراؤن پبلشرز' نیویارک نے "ایشیا' مشرق وسطیٰ اور افریقہ میں بادشاہت" کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس کے صفحہ ۲۶ پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تین فرضی تصاویر شائع کی گئیں ۲۵

۱۹۸۸ء میں چین میں جنسی عادات نامی ایک ناپاک شائع کی گئی جس میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر چھینٹے اڑانے کی کوشش کی گئی۔ اس پر چین کے مسلمانوں نے اتنا زبردست احتجاج کیا کہ حکومت نے کتاب نہ صرف ضبط کرلی بلکہ نوّے ہزار نسخے برسرِ عام جلا ڈالے ۲۶

لیکن اس سلسلے میں جو بات سخت تکلیف دہ ہے' وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے غیرتِ ایمانی کے یہ مظاہرے ہنگامی ہوتے ہیں اور کبھی کبھار تو ان مظاہروں کے پس پردہ کوئی حزبی' مقامی یا محدود مفاد بھی ہوتا ہے۔ پیپلزپارٹی کے عہدِ حکومت میں' ان حضرات نے جو پیپلزپارٹی کے خلاف تھے' تحفظِ ناموسِ رسالت کے عنوان سے اسلام آباد میں ایک مظاہرہ کیا جس میں کچھ غیور مسلمان شہید اور کچھ زخمی ہوئے۔ لیکن جونہی پیپلزپارٹی کی حکومت ختم ہوئی' تحفظِ ناموسِ رسالت کا غلغلہ بھی ٹھنڈا ہوگیا۔ اس "تنظیم" کے ایک سرکردہ لیڈر تو آئی جے آئی کی حکومت میں وزیر بھی رہے لیکن حکومتی سطح پر سلمان رشدی یا برطانیہ کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھا سکے بلکہ اس قسم کی ان کی کوئی کوشش ہی سامنے نہیں آئی۔

اس سلسلے میں ہفتہ وار اخبار "ملتان روڈ نیوز" نے اپنی کئی اشاعتوں میں آواز اٹھائی۔ اخبار نے لکھا۔ "نوائے وقت کی ۲۰ فروری کی اشاعت میں بیروت کی ایران نواز حزب اللہ کا بیان شائع کیا گیا ہے کہ سلمان رشدی اسلامی احکام کی رو سے واجب القتل ہے۔۔۔۔ سلمان رشدی کے خلاف پاکستان میں بھی "ہلا گلا" کیا گیا تھا لیکن اب تحفظِ ناموسِ رسالت کے علمبردار شاید کہیں خوابِ غفلت کے مزے لے رہے ہیں" ۲۷

Marfat.com

ٹوکیو میں سلمان رشدی کی رسوائے زمانہ کتاب کے پبلشر کی پریس کانفرنس کے دوران لاہور کے ایک نوجوان عدنان رشید نے اسے بری طرح زود و کوب کیا۔ اس پر ۲۰ فروری ۱۹۹۰ء کو انجمن طلباءِ اسلام کے سینکڑوں کارکنوں نے عدنان رشید کی گرفتاری کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا جو داتاؒ دربار سے شروع ہوا اور مال روڈ سے ہوتا ہوا اسمبلی ہال کے سامنے جا کر ختم ہوا۔ ۲۲ فروری کو لاہور کے کچھ باسیوں نے ایک بیان میں حکومت پر زور دیا کہ وہ جاپان میں مصری شاہ لاہور کے پاکستانی مسلمان عدنان رشید کی رہائی کے لیے سفارتی سطح پر بھرپور کوشش کرے اور غیور پاکستانی نوجوان کو رہائی دلائے ۲۸

اس اہم مسئلے پر بھی تحفظ ناموس رسالت کے نام سے تحریک چلانے والے "منقار زیرِ پر" رہے۔ اس پر "ملتان روڈ نیوز" نے لکھا۔ "پاکستانیوں کو نہیں بھولنا چاہیے کہ یہاں بھی سلمان رشدی کے مسئلے پر تحفظِ ناموسِ رسالت کے نام سے ایک تحریک چلائی گئی۔ مظاہرے کروا کے کچھ جذباتی نوجوان مروا بھی دیئے گئے تھے۔ لیکن اب ایک مدت سے یہ لیڈر شاید کچھ اور "ضروری معاملات" میں مصروف ہیں کہ انہیں یہ مسئلہ یاد ہی نہیں رہا۔ عوام کے دلوں سے اٹھنے والے اس سوال کا جواب کون دے گا کہ ہمارے یہاں دینی غیرت و حمیت کے معاملات کو بھی وقتی سیاست کے تابع کیوں کر دیا جاتا ہے؟ ۲۹

راقم الحروف کو محترم برکات احمد قادری کے ذریعے معلوم ہوا کہ عدنان رشید آج کل لاہور میں ہیں۔ میں ان سے وقت مقرر کر کے تسنیم الدین احمد (ناظم نشرو اشاعت ایوان نعت رجسٹرڈ) کے ہمراہ مصری شاہ' الٰہی پارک میں واقع ان کے دولت خانے پر پہنچا۔ ان سے بات چیت کے نتیجے میں جو حقائق سامنے آئے' وہ کچھ یوں ہیں۔

عدنان رشید لاہور میں پرانی گاڑیوں اور ٹائروں کا کاروبار کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ۱۹۷۸ء سے انہوں نے امپورٹ کا کام شروع کیا تو ٹوکیو (جاپان) جانا اور وہاں سے مال لانا شروع کیا۔

انہوں نے بتایا کہ مارچ ۱۹۸۸ء میں یہ خبر شائع ہوئی کہ سلمان رشدی کی "آیاتِ

Marfat.com

شیطانی" کا جاپانی ترجمہ ٹوکیو کا ایک اٹالین یہودی پالما کرا رہا ہے جو اسے یہاں چھاپے گا۔ ہم نے پاکستان ایسوسی ایشن جاپان کے پلیٹ فارم سے (جس کے سرپرست حسین خاں اور صدر رئیس صدیقی ہیں) پبلشر پالما کے علاوہ ٹوکیو یونیورسٹی کے اس پروفیسر سے بھی رابطے کیے جو ترجمہ کر رہا تھا۔ وہ لوگ ناگاساکی یونیورسٹی کے میئر کا نام بھی استعمال کرتے تھے، ہم نے اس سے بھی رابطہ کیا۔ ہماری بعض ملاقاتیں پولیس کمشنر کی وساطت سے بھی ہوئیں۔ ہم ان پر ہر ملاقات میں یہ واضح کرتے رہے کہ توہینِ مصطفیٰ (علیہ التحیتہ والثناء) کی اسلام میں کم از کم سزا قتل ہے اور اگر رشدی کی کتاب کا جاپانی ترجمہ چھاپنے کی جسارت کی گئی تو ہم ہر ایسے فرد کو قتل کر دیں گے۔

عدنان رشید نے بتایا کہ اس کتاب کا جاپانی ترجمہ انہوں نے ۱۹۸۸ء کے اواخر میں چھاپ دیا۔ ہم نے ۱۱ فروری ۱۹۸۹ء کو جلوس نکالا جس میں پانچ سو آدمی تھے۔ آخر میں حسین خاں (جو کراچی کے رہنے والے ہیں) اور امریکن نو مسلم محمد علی نے بڑی جذباتی تقریریں کیں اور کہا کہ توہینِ رسالت کے ہر مرتکب کو قتل کرنا ضروری ہے۔ نجیب 'یوسف' میں اور ہمارے دو اور ساتھی فیصلہ کر چکے تھے کہ ہم کتاب کے ناشر اور مترجم کو مار دیں گے' اس لیے ہم میں سے کوئی شخص سٹیج پر نہیں آیا۔

۱۳ فروری ۱۹۸۹ء کو پالما نے اپنے دو ساتھیوں (کتاب کا مترجم اور کوئی کونیا ڈیپارٹمنٹل سٹور کا مالک کتب فروش) سمیت انٹرنیشنل پریس کلب 'مالونوچی (ٹوکیو) میں جو بیسویں منزل پر ہے' پریس کانفرنس کی۔ پالما نے کہا کہ مسلمان خواہ مخواہ مشتعل ہوتے ہیں' رشدی نے تو محض خواب بیان کیے ہیں۔ عدنان رشید نے بتایا کہ پریس کانفرنس میں شرکت کے لیے ہمارا الگ الگ جانے کا پروگرام تھا۔ نجیب (جو گوجرانوالہ کے رہنے والے ہیں) پہلی منزل پر آئے تو وہاں سلمان رشدی کی بھتیجی کو دیکھ کر جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور اس کے گلے میں پنسل کھبو دی۔ پنسل گوشت کے آرپار ہو گئی لیکن پولیس نے نجیب کو گرفتار کر لیا۔ وہاں میٹل ڈیٹیکٹو ڈور لگے ہوئے تھے' ہم پنسل' پین کے علاوہ کوئی چیز ساتھ نہیں لے جا سکتے تھے۔ نجیب

Marfat.com

پہلی منزل پر گرفتار ہو گیا' یوسف اور دو سرے ساتھی ابھی پہنچے نہیں تھے۔ پالما پریس کانفرنس میں بات کر رہا تھا کہ میں نے اپنے ساتھیوں کا مزید انتظار مناسب نہ سمجھتے ہوئے اس پر حملہ کر دیا۔

عدنان رشید نے بتایا کہ ہمارے پہلے سے کئی بار کے کیے ہوئے اعلانات کے پیش نظر پولیس بہت زیادہ تھی۔ میں نے پالما کے نرخرے میں پین گھونپنا چاہا لیکن وہ پھسلتا ہوا نکل گیا۔ پولیس نے مجھے پکڑ لیا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو پولیس کے نرغے سے نکالنے اور پالما کے جسم کے نازک حصوں پر ضربیں لگانے کی کوشش کی لیکن افسوس کہ مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ میں نے اپنے آپ کو پولیس سے چھڑا کر کوشش کی کہ پورے زور سے پچھلی کھڑکی کے شیشے کو توڑتا ہوا پالما کو ساتھ لیتے ہوئے ۲۰ ویں منزل سے نیچے چھلانگ لگا دوں لیکن افسوس کہ مجھے اس کوشش میں بھی کامیاب نہ ہونے دیا گیا۔

انہوں نے بتایا کہ پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا۔ پبلک پراسیکیوٹر نے بعد میں مجھے کہا کہ پالما تو ملک سے بھاگ گیا ہے' اس ڈر سے کہ دو سرے مسلمان اسے مار نہ دیں اس لیے اگر میں معافی مانگ لوں تو بات ختم ہو جائے گی۔ میں نے انہیں کہا کہ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس پر مجھے ندامت ہو۔

جاپان کا قانون یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کے پہلے جرم کی سزا تین سال سے کم ہو تو معطل ہو جاتی ہے لیکن اگر وہ کوئی دو سرا جرم کر بیٹھے تو پہلے جرم والی سزا بھی اسے بھگتنا پڑتی ہے۔ عدنان رشید کو عدالت نے ایک سال کی سزا دی اور سزا معطل کرتے ہوئے انہیں ملک بدر کر دیا۔

ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ پاکستانی سفارت خانے کے بارے میں وہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ ایرانی سفارت خانے کا تعاون انہیں حاصل رہا۔ ایک سعودی نے جدے سے انہیں فون پر پیشکش کی کہ جتنے پیسوں کی ضرورت ہو' وہ بھیج دیں گے۔ انہوں نے بتایا کہ اس حملے کے فوراً بعد پالما اٹلی کو بھاگ گیا تھا اور مترجم امریکہ کو۔ جب مجھے ملک بدر کیا

Marfat.com

گیا، اس وقت تک وہ جاپان نہیں لوٹے تھے۔ عدنان رشید نے توقع ظاہر کی کہ ان شاء اللہ کبھی نہ کبھی سلمان رشدی کو قتل کرنے کی سعادت انہیں ضرور حاصل ہو گی۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ جاپان میں ایک لاکھ پاکستانی ہیں۔ ہمارے ۱۱ فروری کے جلوس میں پانچ سو کے قریب لوگ شامل ہوئے۔ پالما وغیرہ کے قتل کے لیے پانچ رضا کار تیار ہوئے اور پالما تک میں اکیلا پہنچا لیکن افسوس کہ مجھے بھی کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

حواشی

۱۔ شمس الدین فاسی، ڈاکٹر۔ شیطان رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ۔ ۱۹۹۰ء۔ ص ۴۴۔ ۴۹

۲۔ جرائم (ماہنامہ) نئی دہلی۔ جون ۱۹۸۹ء۔ (مضمون از الطاف حسین فریدی، علی گڑھ)

۳۔ شیطان رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ (مقدمہ از عبدالحکیم شرف قادری) ص ۱۲

۴۔ فیض الرسول (ماہنامہ) براؤں شریف انڈیا۔ مئی ۱۹۸۹ء۔ ص ۲۷

۵۔ ضیائے حرم (ماہنامہ) بھیرہ۔ مئی ۱۹۸۹ء۔ ص ۳۴

۶۔ جنگ (روزنامہ) لاہور۔ ۲۸ فروری ۱۹۸۹ء

۷۔ نوائے وقت (روزنامہ) لاہور۔ ۲۸ فروری ۱۹۸۹ء

۸۔ عدنان رشید کی ایڈیٹر نعت سے گفتگو

۹۔ شیطان رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ۔ ص ۲۲

۱۰۔ ایضاً۔ ص ۲۴

۱۱۔ مرکز (روزنامہ) اسلام آباد۔ ۱۳ فروری ۱۹۸۹ء

۱۲۔ نوائے وقت (روزنامہ) لاہور۔ ۲۳ فروری ۱۹۸۹ء

۱۳۔ تکبیر (ہفت روزہ) کراچی۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۸۹ء

۱۴۔ جنگ (روزنامہ) راولپنڈی۔ ۱۳ فروری ۱۹۸۹ء

Marfat.com

۱۵۔ موسیٰ خان جلالزئی۔ امام خمینی کے حالاتِ زندگی۔ سنٹر فار سنٹرل ایشیا اینڈ مڈل ایسٹ سٹڈیز، لاہور۔ ۱۹۹۰ء۔ سرورق کا صفحہ آخر

۱۶۔ نوائے وقت (روزنامہ) لاہور۔ ۱۷ فروری ۱۹۸۹ء

۱۷۔ جنگ (روزنامہ) راولپنڈی۔ ۲۶ فروری ۱۹۸۹ء

۱۸۔ شیطان رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ۔ ص ۲۶

۱۹۔ ارشاد (پندرہ روزہ) کراچی۔ نومبر ۱۹۹۰ء صفحہ اول

۲۰۔ پاکستان (روزنامہ) لاہور۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۰ء

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ نوائے وقت (روزنامہ) لاہور۔ ۴ مارچ ۱۹۹۰ء

۲۳۔ پاکستان (روزنامہ) لاہور۔ ۲۳ مارچ ۱۹۹۱ء

۲۴۔ ملتان روڈ نیوز (ہفتہ وار اخبار) لاہور۔ ۷ دسمبر ۱۹۹۰ء۔ صفحہ آخر

۲۵۔ ملتان روڈ نیوز۔ ۱۲ جنوری ۱۹۹۰ء صفحہ اول

۲۶۔ جنگ (روزنامہ) لاہور۔ ۳۰ جولائی ۱۹۸۹ء (مضمون مشاہدات و تاثرات از کوثر نیازی)

۲۷۔ ملتان روڈ نیوز۔ ۲۳ فروری ۱۹۹۰ء۔ صفحہ آخر

۲۸۔ ملتان روڈ نیوز۔ ۲ مارچ ۱۹۹۰ء۔ صفحہ آخر

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ عدنان رشید نے بتایا کہ راجر اس واقعے سے چھ مہینے پہلے اسلام کے مطالعے کے نتیجے میں مسلمان ہوا تھا۔


Marfat.com

وُہ ایک لمحہ
وُہ وقت پر حکمران لمحہ
کہ جب عزیمت کی جرأت افزا منڈیروں پر جھلملاتے دیپک
اگائیں گے روشنی کی فصلیں
دھنک جمے گی فضا میں ہر سو، محافلِ رنگ و نور ہوں گی
زمانے بھر میں اُجالا ہوگا
اُجالا ہوگا سعادتوں کا
سعادتوں کا اُجالا ہوگا جسارتوں سے
جسارتیں
جو محبتوں کی نقیب ہوں گی
جہاں کے محسن کی عزت و حرمت و تقدس کی نام لیوا
جسارتیں جو علم اٹھائیں گی حفظِ ناموسِ مصطفیٰؐ کا
جسارتیں جو گلا دبوچیں گی شاتمیت کا
اور،
بے اصل رُشدی ایسا خبیث اس لمحے مارا جائے گا
جراتوں کے، جسارتوں کے، عزیمتوں کے شناسا ہاتھوں سے
ضمیر کے ہاتھوں سے

# جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں

شانِ اُن کی بڑی، ان کا رُتبہ بڑا جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں
اُن پہ لطف و کرم خاص اللہ کا، جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں

عشق کا منتہا جان کا ہارنا ـــــ راز ہم پہ افشا اُنھوں نے کیا
منزلِ زیست کے ہیں وہی رہنما جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں

جب بھی فتنہ اُٹھا، یہ مٹاتے گئے، جاں لُٹاتے گئے، سر کٹاتے گئے
اُن پہ حُرمت نبیؐ کی ہوئی آشنا جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں

اُن سے خائف ہوئی موت، ڈرتی رہی، جھسا ہو گئی، پاؤں پڑتی رہی
ڈرنے والے اجل سے کہاں ہیں بھلا، جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں

کیسی اُلفت نبھائی ہے سرکارؐ سے کس محبت سے لپٹے ہیں وہ دار سے
پائیں گے خود پیمبرؐ سے اس کا صلہ جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں

رہ نوردانِ راہِ طلب! جان لو یہ حقیقت، کہ ہے دو قدم مان لو!
اُن کے مدفن سے فردوس کا فاصلہ جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں

آؤ مل کر چلیں اُن کے مرقد پہ ہم ، ہوں مؤدّب پڑھیں فاتحہ دم بدم
اُن سے ٹوٹے نہ یہ ربط ، یہ سلسلہ جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں
سرنگوں ، لرزاں ، حیراں نظر آئی جب ماسوا چند لوگوں کے مخلوق سب
شان اُن کی ذرا حشر میں دیکھنا جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں
حق کے محبوب ٹھہرے ہوئے اولیا ، اُن کو سرکارؐ کا قُرب حاصل ہُوا
ہے اُنہیں خوف کس کا اُنہیں حُزن کیا جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں
شاتمانِ نبیؐ کا مخالف رہوں ، جان حرمت پہ سرکارؐ کی وار دوں
جاؤں ، کروں اُنھیں رہبر و رہنما جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں
میرے دل میں نبیؐ کی محبّت رہے ، دشمنانِ نبیؐ سے عداوت رہے
کر عطا اُن کا جذبہ مجھے اے خدا جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں
رُشدی لعنتی میرے ہاتھوں مرے ، یہ سعادت خدایا مجھے بخش دے
اُن کا مل جائے محمودؔ کو راستہ جو شہیدانِ ناموسِ سرکارؐ ہیں

Marfat.com

# مصنفؒ کی دیگر مطبوعات

☆ میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سیرت پر مضامین)

☆ احادیث اور معاشرہ (تیس احادیث پاک کی تشریح)

☆ ماں باپ کے حقوق (اسلامی تعلیمات کی روشنی میں)

☆ ورفعنا لک ذکرک (پہلا اردو مجموعہ نعت)

☆ حدیث شوق (دوسرا اردو مجموعہ)

☆ نعتاں دی اٹی (صدارتی ایوارڈ یافتہ پنجابی مجموعہ نعت)

☆ منشور نعت (پنجابی اور اردو فردیات)

☆ اقبال، قائد اعظم اور پاکستان (چند اہم مضامین کا مجموعہ)

☆ قائد اعظم، افکار و کردار

☆ تحریک ہجرت ۱۹۲۰ء (پہلا تاریخی و تحقیقی تجزیہ۔ ۳۶۴ صفحات)

☆ اقبال و احمد رضا ------- مدحت گران پیغمبر

☆ راج دلارے (بچوں کے لیے نظمیں)

☆ مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (انتخاب نعت)

☆ نعت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (انتخاب نعت)

☆ نعت حافظ (حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ دواوین کا انتخاب)

☆ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مضامین نظم و نثر)

☆ حمد و نعت (مضامین میں نظم و نثر)

☆ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مضامین نظم و نثر)

☆ نظریہ پاکستان اور نصابی کتب (ترتیب و ترجمہ)

☆ ترجمہ خصائص الکبریٰ ☆ ترجمہ تعبیر الرؤیا ☆ ترجمہ فتوح الغیب

Marfat.com

# مُصنّف کی غیر مطبُوعہ کُتب

۱ : اوّلیاتِ نعت

۲ : غیر مسلموں کی نعت

۳ : چند مرحُوم نعت گو

۴ : قرآنِ جمال (حسن رضا بریلوی کی نعتوں کا انتخاب)

۵ : خزینۂ رحمت (غریب سہارنپوری کی نعتوں کا انتخاب)

۶ : کُلّیاتِ کافی (کفایت علی کافی شہیدؒ کی نعتیں)

۷ : شمعِ حرم کی تابشیں (علامہ ضیاء القادری بدایونی کا وُہ نعتیہ کلام جو اُن کے مجموعہ ہائے نعت میں نہیں ہے)

۸ : ثنائے محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (انتخاب)

۹ : ارمان مدینے والے دا (انتخاب)

۱۰ : فارُوقِ اعظمؓ (خلیفۂ راشد کے منظوم مناقب)

۱۱ : منظوماتِ محمُود

۱۲ : صُلحائے اُمّت

۱۳ : ڈِھڈ پیڑ (پنجابی انشائیے)

۱۴ : شہیدانِ ناموسِ رسالت

Marfat.com

# ۹۲ کا تحفہ

۹۲ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے **"محمدؐ"** (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا عدد ہے،
اس حوالے سے مصنف نے اس سال جو کام کیا ہے، اس کا اجمالی خاکہ یہ ہے۔

## مطبوعہ

۱ : **۹۲** (نعتیہ قطعات)

۲ : **سیرتِ منظوم** (بصورتِ قطعات)

۳ : **سفرِ سعادت، منزلِ محبت** (سفرِ حرمین کی یادداشتیں)

۴ : **قرطاسِ محبت** (حضور علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبت اور اس کے مظاہر)

## زیرِ طبع

۵ : **تسخیرِ کائنات اور مسخرِ اعظم** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بیس ابواب میں "رحمۃ للعالمین" کی تفسیر

۶ : **ایک ضخیم انتخابِ نعت** (مبسوط تحقیقی مقدمے کے ساتھ)
تین جلدوں میں

۷ : **داعیٔ صلح و امن** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۸ : **خالق اور مخلوق کا مشترکہ وظیفہ — درودِ پاک**

۹ : **پاکستان میں نعت**
قیامِ پاکستان کے بعد نعت گوئی اور نعت خوانی پر تحقیق

۱۰ : **حمدِ خدا** (انتخاب)

۱۱ : **نعتِ مصطفیٰ علیہ السلام والثناء** (انتخاب)

Marfat.com

(اسلامی موضوعات پر دھنک رنگ مضامین)

شہناز کوثر کی اس تصنیف میں

- حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ پاک میں ربیع الاوّل کے مہینے میں ہونے والے ۳۹ واقعات کا تفصیلی ذکر ہے۔
- حمد میں نعت کی اور نعت میں اظہارِ عجز کی صورتوں پر مضامین ہیں۔
- احادیثِ مقدسہ کے حوالے سے مدینۂ طیّبہ کی اہمیّت پر بحث ہے۔
- درودِ پاک کی اہمیت وفضیلت پر کئی مضامین میں دلآویز انداز میں نئے زاویوں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔
- انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کے سانس کی نالی اور پھیپھڑے پر کلمہ طیّبہ لکھا ہوا ہے۔
- اسلامی تعلیمات میں عدد کی اہمیّت پر بصیرت افروز معلومات دی گئی ہیں۔
- حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں کو فنا فی النّار کر کے تختۂ دار کو چومنے والے غازیوں کی مشترکہ خصوصیات کا تفصیلی تجزیہ ہے۔

کتابت وطباعت خوبصورت، سادہ و پُرکار سرورق

۱۹۲ صفحات، قیمت پچاس روپے

## اختر کتاب گھر

اظہر منزل۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ۔ لاہور ۵۴۵۰۰

فون :- ۷۶۳۶۸۴

# قرطاسِ محبت

راجا رشید محمود

Marfat.com